بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

تذکیر بالقرآن

Reflections from Qur'an

قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر

A Summary of Qur’anic Teachings

Part – 7

English - Urdu

حافظ محمد ابوبکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Seymour Road

London,

United Kingdom

Telephone: +44 7853099327

پارہ – 7

قرآن مجید کا ساتواں پارہ سورۃ المائدہ کی آیات 83 تا 120 اور سورۃ الانعام کی پہلی 110 آیات پر مشتمل ہے۔

اہم تفسیری نکات

پہلا رکوع: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ۔۔۔ (مائدہ۔83)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع کا پہلا حصہ چھٹے پارے کے آخر میں گذر چکا ہے جس میں اللہ کی رحمت سے دوری کے اسباب: ذٰلک بما عصوّا وکانو یعتدون۔ عصیان، فرائض وواجبات کا ترک، محرمات کا ارتکاب، دین میں غلو، مبالغہ آرائی اور انتہا پسندی، حد سے تجاوز کرنا، بدعات، ظلم وزیادتی، سرکشی، نافرمانی۔ فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے غفلت: کانو لا یتناھون عن منکر فعلوہ۔۔، بعض مذاہب کے لوگوں کی اسلام دشمنی اور بعض کی اسلام دوستی کا ذکر، بعض اہل کتاب کی حق پرستی کی تعریف، نجاشی کے بارے میں آیات، مدینہ میں عیسائی وفد کی آمد، نبی اکرمؐ کی زبانی قرآن سنا اور اثر قبول کیا۔

اس رکوع کے دوسرے حصے یعنی ساتویں پارے کے آغاز میں وہی مضمون بیان ہو رہا ہے جو چھٹے پارے کے آخر میں بیان ہو رہا تھا یعنی دوسرے مذاہب کے اچھے لوگوں کی تعریف کی گئی۔ فرمایا گیا کہ تمام اہل کتاب یکساں نہیں ۔ بعض اہل کتاب کی حق پرستی بیان کی گئی: ترٰی اعینھم تفیض من الدمع مما عرفو من الحق۔

اہل ایمان کی پہچان اور ان کیلئے خصوصی اجر، حسن نیت، حسن عمل کی برکات۔ محسنین یعنی بھلائی کرنے والوں کیلئے اجر و ثواب:وذٰلک جزاء المحسنین۔

قرآن میں دوسرے مذاہب کے اچھے لوگوں کی تعریف

Praise for Pious People of Other Faiths

ایمان والوں کی پہچان

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (مائدہ-83)

جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو دیکھے گا کہ اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں ماننے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ المائدہ-83

When they listen to what has been revealed to the Messenger, you see their eyes overflowing with tears for recognizing the truth. They say, "Our Lord! We believe, so count us among the witnesses. (5:83)

ان آیات میں اہل کتاب میں سے ایسے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ادب اور لحاظ سے کلام اللہ سنتے بھی ہیں، اس سے اثر بھی لیتے ہیں اور نرم دلی کی وجہ سے آنسو بھی بہاتے ہیں۔ اس سے پہلے چھٹے پارے کے آخر میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ نصاریٰ میں سے جو نیک دل لوگ دین اسلام سے ہمدردی رکھتے ہیں ان میں اور بھی اچھے اوصاف ہیں مثلاً عبادت، علم، تواضع، انکساری، انسانی ہمدردی، رحمدلی وغیرہ، ایسے لوگ ادب اور لحاظ سے کلام اللہ سنتے ہیں، اس سے اثر لیتے ہیں کیونکہ وہ حق کو سمجھ سکتے ہیں (مثلاً نجاشی اور دوسرے اہل کتاب)۔

حضرت عبداللہ بن زبیر (رض) فرماتے ہیں یہ آیتیں عیسائی بادشاہ نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس (رض) کا بیان ہے کہ کچھ عیسائی لوگ حضرت جعفر بن ابی طالب (رض) کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے حضور کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر ایمان لائے اور کلام اللہ کے اثر سے رونے لگے۔

انہیں کا بیان ان آیتوں میں ہے کہ قرآن سننے کے بعد وہ کہتے ہیں:

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ۔(مائدہ۔84)

اور وہ کہتے ہیں کہ "آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اُسے کیوں نہ مان لیں جبکہ ہم اِس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے؟

They say: Why should we not believe in Allah and the truth that has come to us? And we aspire that our Lord will admit us in the company of the righteous. (5:84)

ان آیات میں قرآن سن کر ان پر جو اثر ہوا اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ان کے ایمان لانے کا تذکرہ ہے قرآن کریم میں بعض اور مقامات پر اس قسم کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً: وان من اهل الكتاب لمن يومن بالله وما انزل اليكم وما انزل اليهم خاشعين لله۔ (سورہ آل عمران) یقیناً اہل کتاب میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں۔

ہجرت حبشہ کے واقعات میں بیان کیا گیا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور اس کے مصاحبین اور امرا کے سامنے جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں تو ان سب کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور نجاشی نے کہا کہ یہ قرآن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو لے کر آئے ہیں، یہ سب ایک ہی مشعل کی کرنیں ہیں۔ (فتح القدیر)

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ جب نجاشی کی موت کی خبر نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین سے فرمایا کہ حبشہ میں تمہارے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو چنانچہ ایک صحرا میں آپؐ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرائی۔ (بخاری، مسلم)

حدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اہل کتاب میں سے جو اپنے نبی کو مان کر پھر مجھ پر بھی ایمان لائے ان کیلئے دوہرا اجر ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ اہل کتاب جو نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لائیں گے انہیں دوگنا اجر ملے گا۔ (بخاری۔ کتاب العلم)

قرآن مجید کی اگلی آیت میں ایسے لوگوں کیلئے خصوصی اجر کا ذکر ہے:

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (مائدہ۔85)

اُن کے اِس قول کی وجہ سے اللہ نے اُن کو ایسی جنتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ جزا ہے نیک رویہ اختیار کرنے والوں کے لیے۔

So, Allah will reward them for what they said with Gardens under which rivers flow, to stay there forever. And that is the reward of the good doers. (5:85)

اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ بعض اہل کتاب دل کے سچے ہیں اور ان کی زبان صداقت کا شعار ہے۔ وہ صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں۔ چونکہ یہ سب باتیں اللہ کے علم میں تھیں اس لئے اللہ نے ان کی اس حسن نیت اور حسن عمل کو قبول کرلیا اور ان کے لئے جزائے آخرت لکھ دی۔ اس پر اپنی گواہی بھی قائم کردی کہ یہ لوگ نیک ہیں اور یہ ہے جزاء محسنین کی: وَذٰلِکَ جَزَاء الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور یہی بدلہ ہے نیکوکاروں کا۔

احسان ایمان اور اسلام کے اعلیٰ درجات کو کہتے ہیں اور اللہ بذات خود شہادت دیتے ہیں کہ یہ لوگ گروہ محسنین میں سے ہیں لہٰذا یہ آیات ایک خاص گروہ کے بارے میں ہیں جس کے خدوخال بالکل واضح ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ حکم ہے: وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ آمَنُواْ الَّذِیْنَ قَالُوَاْ إِنَّا نَصَارَى۔۔۔ اور ایمان لانے والوں کے لئے دوستی میں قریب تر تم ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاری ہیں۔ یہ ایک ایسا گروہ ہے کہ جب وہ حق بات کو سنتا ہے تو سرکشی نہیں کرتا بلکہ وہ دل کی گہرائیوں سے اسے قبول کرتا ہے اور اس قبولیت کا برملا اعلان کرتا ہے۔

قران مجید کے اندر سورۃ قصص آیت 52 کے اندر بھی فرمایا گیا:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۔

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا کی تھی وہ (اسی ہدایت کے تسلسل میں) اس (قرآن) پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں۔ (قصص۔52)

⸢As for⸣ those ⸢faithful⸣ to whom We had given the Scripture before this ⸢Quran⸣, they do believe in it.

تفسیر ابن کثیر کے مطابق اس آیت سے مراد یہودی عالم عبد اللہ بن سلام وغیرہ ہیں۔ یا اس سے مراد وہ عیسائی ہیں جو حبشہ سے نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔

أُولَٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دوبار دیا جائے گا اُس ثابت قدمی کے بدلے جو انہوں نے دکھائی وہ بُرائی کو بھَلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(قصص۔54)

These ⌜people⌝ will be given a double reward for their perseverance, responding to evil with good, and for donating from what We have provided for them.

دوسرے مذاہب کے نیک لوگوں کا ذکر سورۃ آل عمران میں بھی گذر چکا ہے۔یعنی اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر، اللہ کی آیات پر، آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور پھر اللہ سے ڈرنے والے بھی ہیں یعنی:

سب اہل کتاب یکساں نہیں

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ (آل عمران۔115-113)

مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اسکے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں یہ صالح لوگ ہیں۔(آل عمران۔113-114)

Yet they are not all alike: there are some among the People of the Book who are upright, who recite Allah's revelations throughout the night, prostrating ⌜in prayer⌝. They believe in Allah and the Last Day, encourage good and forbid evil, and race with one another in doing good. They are ⌜truly⌝ among the righteous. (3:113-115)

یہ آیات اہل کتاب کے علماء عبد اللہ بن سلام، اسد بن عبید، ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے بارے میں آئیں۔(ابن کثیر)

دوسرا رکوع: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ۔۔۔ (مائدہ۔87)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو: لا تحرموطیبات ما احل اللہ لکم۔ اسلام میں رہبانیت یعنی ترک دنیا حرام ہے، رہبانیت سے کیا مراد ہے؟ حلال چیزوں کو حرام سمجھنے کے تین درجے (اعتقادی، قولی یا عملاً حرام سمجھنا)۔ حلال و حرام میں خود ہی اتھارٹی نہ بن جاؤ، حد اور راہ اعتدال سے تجاوز نہ کرو: وَلَا تَعْتَدُوْا ، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ حلال اور طیب چیزیں استعمال کرو۔ حلف اور قسم کا مفہوم، اقسام اور ان کے احکامات، اپنے حلف و قسم کی پاسداری کرو: وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْ۔ اللہ کے نام کو جھوٹے حلف و قسم کیلئے استعمال نہ کرو: وَلَا تَجْعَلُوا اللہَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ۔(بقرہ۔224)

ممنوعات: الخمر والمیسر والانصاب والازلام۔ نشہ آور اشیاء، شراب، جواء، قمار بازی، غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز، توہمات و فال گیری، گیم آف چانس، لاٹری، علم نجوم، شرط، شطرنج۔ قرعہ اندازی کی جائز صورتیں، فال نکالنے کے بجائے استخارہ کرو۔ نشہ اور جوئے کے دینی، اخلاقی و سماجی نقصانات، انسانی صحت اور نفسیات پر اثرات۔

رسول کی ذمہ داری ابلاغ دعوت ہے۔ قبول اسلام اور سچی توبہ سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ رکوع کا اختتام اللہ کی صفت رحمت و محبت پر ہوتا ہے: وَاللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اللہ محسنین یعنی نیکی و بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔(مائدہ۔87)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان اپنے اوپر حرام مت کرو اور حد سے آگے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

O You who have believed! Do not forbid the good things which Allah has made lawful for you, do not exceed the limits. Indeed, Allah does not like transgressors. (5:87)

This verse embodies two directives:

1: The first is that people should not proclaim things either *Halal* or *Haram* (permissible or impermissible) according to their own wishes.

2: The second directive is that they should not adopt the abstention from worldly pleasures as hardcore religious people do. They considered suffering, deprivation from worldly pleasures and abstention from the means of worldly sustenance to be acts of goodness and indispensable for achieving proximity to God. Even some of the Companions leaned in this direction. The Prophet (peace be on him) once came to know that some Companions had resolved that they would fast without interruption, that instead of spending the night on their beds they would remain awake praying, that they would consume neither meat nor fat, and would have no (sexual) relations with wives. The Prophet (peace be on him) addressed the people on this subject and said: 'I have not been commanded to do so. Even your own self has rights against you. So, fast on certain days and refrain from fasting on others. Stay awake praying at night and also sleep. Look at me; I sleep as well as stay awake (praying); sometimes I fast and sometimes I don't. I consume meat as well as fat. Whosoever dislikes my Sunnah (Path) does not belong to my community. He then added: 'What has happened to people that they have prohibited for themselves women, good food, perfumes, sleep and the pleasures of the world, whereas I have not taught you to become monks and priests. In my religion there is neither

abstention from women nor from meat, neither seclusion nor withdrawal.

The Verse: Do not exceed the limits, has a broad significance. To hold the things which are lawful to be unlawful, and to shun the things declared by God to be clean as if they were unclean, is in itself an act of wrongful excess. It should be remembered, at the same time, that extravagant indulgence even in clean things is an act of wrongful excess. Likewise, to overstep the limits of the permissible is also an act of wrongful excess. God disapproves of all three kinds of excess.

اس آیت کی شانِ نزول میں کئی روایات آتی ہیں۔روایات میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام زہد و عبادت کی غرض سے بعض حلال چیزوں سے (مثلاً شادی، نکاح کرنے،رات کے وقت سونے،دن کے وقت کھانے پینے سے) اجتناب کرنا چاہتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپؐ نے انہیں منع فرمایا۔

رہبانیت (ترک دنیا۔سوسائٹی سے الگ تھلگ رہنا) اسلام میں حرام اور ممنوع ہے

رہبانیت یا ترکِ دنیا سے کیا مراد ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رہبانیت یا ترک دنیا اصل میں ہے کیا اور کونسی چیزیں اس میں داخل ہیں؟

کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کے تین درجے ہیں:

ایک یہ کہ اعتقاداً اس کو حرام سمجھ لیا جائے۔

دوسرے یہ کہ قولاً کسی چیز کو اپنے لئے حرام کرے۔ مثلاً قسم کھالے کہ ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا یا فلاں قسم کا حلال کھانا نہ کھاؤں گا، یا فلاں جائز کام نہ کروں گا۔

تیسرے یہ کہ اعتقاد و قول تو کچھ نہ ہو محض عملاً ہمیشہ کے لئے کسی حلال چیز کو چھوڑ دینے کا عزم کرے۔

پہلی صورت میں اگر اس چیز کا حلال ہونا قرآن وسنّت سے ثابت ہو تو اس حلال چیز کو اعتقاداً حرام سمجھنے والا احکام الٰہی کا منکر ہو گا۔اور دوسری صورت میں اگر الفاظ قسم یا حلف اٹھا کر اس چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دیا ہے، تو قسم لاگو ہو جائے گی۔اس کا حکم یہ ہے کہ بلاضرورت ایسی قسم کھانا گناہ ہے اس پر لازم ہے کہ اس قسم کو توڑ دے اور کفارہ قسم ادا کرے۔

تیسری قسم جس میں اعتقاد اور قول سے کسی حلال کو حرام نہ کیا ہو، بلکہ عمل میں ایسا معاملہ کرے جیسا حرام کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ دائمی طور پر اس کے چھوڑنے کا التزام کرے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر حلال کو چھوڑنا **ثواب** سمجھتا ہے تو یہ بدعت اور **رہبانیت** ہے، جس کا گناہ عظیم ہونا قرآن و سنت میں منصوص ہے، اس کے خلاف کرنا واجب اور ایسی پابندی پر قائم رہنا **گناہ کبیرہ** ہے۔

ہاں اگر ایسی پابندی بہ نیت ثواب نہ ہو بلکہ کسی دوسری وجہ سے ہو مثلاً کسی **جسمانی بیماری** کے سبب کسی چیز سے **پرہیز** کرے یا دائمی طور پر چھوڑ دے تو یہ جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

قرآن کی اس آیت (مائدہ۔87) نے واضح کر دیا کہ حلال اور پاکیزہ چیزوں کو ثواب سمجھ کر چھوڑ دینا تقویٰ نہیں، بلکہ **تقویٰ کے خلاف** ہے۔ تقویٰ اس میں ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر استعمال کرے، اور شکر ادا کرے، ہاں کسی بیماری کی وجہ سے بطور علاج کسی چیز کو چھوڑے تو وہ اس میں داخل نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت (مائدہ۔87) میں **دو باتیں** ارشاد ہوئی ہیں:

پہلی بات یہ ہے حلال و حرام کے سلسلے میں **خود ہی اتھارٹی** نہ بن جاؤ۔ حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا۔ اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام کروگے تو دین و شریعت کے بجائے خواہشات نفس کے پیروکار بن جاؤ گے۔

دوسری بات یہ کہ **رہبانیت** کے راستے پر نہ چلو۔ حدیث مبارکہ کے اندر بھی آتا ہے: **لا رھبانیتہ فی الاسلام** ۔ اسلام میں ترک دنیا کوئی دینداری نہیں۔ بعض شدت پسند مذہبی لوگوں کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ ہر نعمت کو اپنے اوپر حرام سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح ا، اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا، اپنے نفس کو دنیوی لذتوں سے محروم کرنے سے **قرب الٰہی** حاصل نہیں ہوتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ: بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ **حد سے تجاوز کرنا** وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ حلال کو حرام کرنا اور خدا کی ٹھیرائی ہوئی پاک چیزوں سے اس طرح پرہیز کرنا کہ گویا کہ وہ ناپاک ہیں، یہ بجائے خود ایک **زیادتی** ہے۔ پھر پاک چیزوں کے استعمال میں **اسراف** اور افراط بھی زیادتی ہے۔ پھر حلال کی سرحد سے باہر قدم نکال کر حرام کی حدود میں داخل ہونا بھی زیادتی ہے۔ اللہ کو یہ **تینوں باتیں** ناپسند ہیں۔

حدیث: کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپؐ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریمؐ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریمؐ سے کیا مقابلہ! آپؐ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نوافل پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا

کہ میں ہمیشہ نفلی روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریمؐ تشریف لائے اور آپؐ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ ایسی باتیں کہ کر گئے ہیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ فمن رغب عن سنتي فليس مني، جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (بخاری)

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہا کہ یا رسول اللہ! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو نفسانی شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا ہے، جس پر آیت نازل ہوئی۔

بہر حال اس آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کسی بھی چیز کو حرام کر لینا یا اس سے بلاوجہ پرہیز کرنا جائز نہیں ہے چاہے اس کا تعلق کھانے پینے یا مشروبات سے ہو یا لباس سے ہو یا مرغوبات و جائز خواہشات سے۔

حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔

اور اللہ نے تمہیں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ اور اسی اللہ سے ڈرو (اس کی نافرمانی سے بچو) جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ المائدہ۔88

Eat of the good, lawful things provided to you by Allah. And be mindful of Allah in Whom you believe. (5:88)

حلف و قسم کے احکامات

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۖ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۖ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۖ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (مائدہ۔89)

تم لوگ جو لغو قسمیں کھالیتے ہو اُن پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو اُن پر ضرور تم سے مواخذہ کرے گا(ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم کھا کر توڑ دو اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لیے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔

Accountability for breaking the Oaths!

Allah will not call you to account for your thoughtless oaths, but He will hold you accountable for deliberate oaths. The penalty for a broken oath is to feed ten poor people from what you normally feed your own family, or to clothe them, or give a slave his freedom. But if none of this is affordable, then you must fast three days. This is the penalty for breaking your oaths. So be mindful of your oaths. This is how Allah makes things clear to you, so perhaps you will be grateful. (5:89)

To be mindful of one's oaths has several meanings: First, one should make proper use of oaths and should not employ them either frivolously or sinfully. Second, when a person takes an oath, he should take care not to forget it lest he be led to break it. Third, when a person deliberately breaks or violates an oath, he should face accountability and pay the penalty.

On the wider meaning, some people had taken oaths or self-imposed commitments to stop using things/concessions which Allah has permitted. On the other hand, some people made commitments to carry on sins. The verse explains that if a person had deliberately made an oath which entails sin he should not abide by his oath and should expiate it.

شانِ نزول: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے اپنے اوپر بعض کھانے‘ بعض لباس اور عورتوں کے ساتھ نکاح حرام کر لیا تھا‘ انہوں نے اس پر حلف بھی اٹھایا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ”اللہ کی پاک چیزیں اپنے اوپر حرام نہ کرو“ تو انہوں نے پوچھا کہ ہماری قسموں کا کیا بنے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لغو قسموں کے بارے میں کوئی مواخذہ نہیں کرتا۔

قسم و حلف کا مفہوم اور اقسام:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عہد و پیمان اور حلف کی پابندی کی تاکید فرمائی:

قسم جس کو عربی میں حلف یا یمین کہتے ہیں جن کی جمع احلاف اور ایمان ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں:

1۔ لغو، 2۔ غموس۔ 3۔ معقدۃ

لَغْوٌ: وہ قسم ہے جو انسان بات بات میں عادتاً بغیر ارادے اور نیت کے کھاتا رہتا ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں. لیکن یہ ایک بری عادت ہے۔ اسی طرح بلا قصد زبان سے لفظ قسم نکل جائے تو اس کو بھی یمین لغو کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ نہ اس پر کفارہ ہے نہ گناہ۔

غَمُوْسٌ: وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان دھوکہ اور فریب دینے کے لئے کھائے۔ یہ کبیرہ گناہ بلکہ اکبر الکبائر میں سے ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کوئی کام کیا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا ہے، اور پھر جان بوجھ کر قسم کھالے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا، یہ جھوٹی قسم ہے، سخت گناہ کبیرہ اور موجب وبال دنیا و آخرت ہے مگر اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا، توبہ و استغفار لازم ہے اسی لئے اس کو اصطلاح فقہاء میں یمین غموس کہا جاتا ہے، کیونکہ غموس کے معنی غرق کر دینے والی کے ہیں یعنی یہ قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کر دینے والی ہے۔

مُعَقَّدَةٌ: وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید اور پختگی کے لئے ارادہ اور نیت کے ساتھ کھائے، ایسی قسم اگر توڑے گا تو اس کا وہ کفارہ ہے جو آیت میں بیان کیا جارہا ہے۔

قسم کا کفارہ

فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ۔۔۔: (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غلام آزاد کرو، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔(مائدہ-89)

وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ: اوراپنی قسموں کاخیال رکھو۔(مائدہ-89)

So be mindful of your Oaths!

قسم اور عہد وحلف کے حوالے سے اس سے پہلے بھی سورہ بقرہ آیت 224 میں ہدایت گذر چکی ہے کہ:

اللہ کے نام کو جھوٹی قسموں کیلئے استعمال نہ کرو

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

اللہ کے نام کو قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو تاکہ تم نیکوکار، پرہیزگار بن سکو۔ اور لوگوں میں صلح کرا سکو اور اللہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ البقرہ-224

Take Care of your Oaths

Do not use Allah's Name in your oaths as an excuse for not doing good, not guarding against evil, or not making peace between people. And Allah is All-Hearing, All-Knowing. (2:224)

حدیث: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ سے فرمایا اے عبدالرحمن سرداری، امارت کو طلب نہ کر اگر بغیر مانگے دی جائے گا تو اللہ کی جانب سے تیری مدد کی جائے گی اور اگر تو نے خود مانگ کرلی ہے تو تجھے اس کی طرف سونپ دیا جائے گا۔ تو اگر کوئی قسم کھالے اور اس کے خلاف بھلائی دیکھ لے تو اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اس نیک کام کو کر لے۔ (بخاری ومسلم)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ:

قسموں کو مذاق نہ بناؤ

فضول قسمیں نہ اٹھاؤ

!ممنوعات۔ نشہ آور اشیاء، جواء وغیرہ،

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (مائدہ۔90)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ (مائدہ۔90)

Prohibition of Intoxicants, Gambling!

O You who have believed! Indeed, intoxicants, gambling, [sacrificing on] stone alters, and divining arrows are but defilement from the work of Satan, so avoid it that you may be successful. (5:90)

اس آیت مبارکہ میں چار چیزیں حرام کی گئی ہیں:

1: شراب

2: جواء یا قمار بازی

3: غیر اللہ کے نام پر نذرونیاز (آستانوں پر چڑھاوے) یعنی وہ مقامات جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا کسی اور کے نام پر قربانی کے لیے مخصوص کیے گئے ہوں۔

4: چوتھی چیز توہمات اور فال گیری کی ممانعت۔ ایسی قرعہ اندازی جو مشرکانہ عقائد اور توہمات سے آلودہ ہو۔ اور میسر کا اطلاق ان کھیلوں اور ان کاموں پر ہوتا ہے جن میں اتفاقیہ کمائی، قسمت آزمائی کو تقسیم اموال و اشیاء کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ مثلاً لاٹری وغیرہ۔ اس کو انگریزی میں گیم آف چانس کہا جاتا ہے۔ اس کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک تیروں کے ذریعے تقسیم کرنا دوسرے تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا مثلاً فال نکالنا وغیرہ۔ پہلے معنی کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ جوئے وغیرہ میں ذبح شدہ جانور کی تقسیم کے لیے یہ تیر ہوتے تھے جس میں کسی کو کچھ مل جاتا، کوئی محروم رہ جاتا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں، خواہ علم نجوم یا جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقوش دیکھ کر یا فال وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے اس ممانعت کے حکم میں ہیں۔ اَزْلَامُ کا لفظ کبھی قمار یعنی جوئے کے لئے بھی بولا جاتا ہے

جس میں قرعہ اندازی یا لاٹری کے طریقوں سے حقوق کی تعیین کی جائے، یہ بھی بنص قرآن حرام ہے جس کو اس آیت میں میسر کے نام سے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے حضرت سعید بن جبیر، مجاہد اور شعبی نے فرمایا کہ جس طرح عرب ازلام کے ذریعہ حصے نکالتے اسی طرح فارس و روم میں شطرنج، چوسر وغیرہ کے مہروں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ وہ بھی ازلام کے حکم میں ہیں (مظہری)۔

قرعہ اندازی کی جائز صورت

قرعہ اندازی کی جائز صورتیں بھی موجود ہیں۔ جب کسی چیز میں سب کے مساوی حقوق ہوں اور حصے بھی مساوی تقسیم کر دیئے گئے ہوں پھر ان میں سے حصوں کی تعیین بذریعہ قرعہ اندازی کر لی جائے، مثلاً ایک مکان چار شریکوں میں تقسیم کرنا ہے تو قیمت کے لحاظ سے چار حصے برابر کر لئے گئے، اب یہ تعین کرنا کہ کونسا حصہ کس شریک کے پاس رہے، اس کی تعیین اگر آپس میں مصالحت و رضامندی سے نہ ہو سکے تو اس بات کی اجازت ہے کہ قرعہ اندازی کر کے جس کے نام پر جو حصہ نکل آئے اس کو دے دیا جائے۔ قرعہ اندازی کی ایک اور جائز صورت یہ بھی ہے کہ اگر کسی چیز کے خواہش مند ایک ہزار ہیں، اور سب کے حقوق مساوی ہیں مگر جو چیز تقسیم کرنا ہے اس کی تعداد صرف ایک سو ہے تو ایسی تمام صورتوں میں قرعہ اندازی کے ذریعے سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

فال گیری کے بجائے استخارہ کا حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تیروں سے قسمت معلوم کرنا اور فال گیری حرام ہے، ایسا کام کا کرنا فسق، گمراہی، جہالت اور شرک ہے۔ اس کے بجائے اہل ایمان کو حکم ہوا کہ جب تمہیں اپنے کسی کام میں تردد ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لو، اس کی عبادت کر کے اس سے بھلائی طلب کرو۔ مسند احمد، بخاری اور سنن میں مروی ہے حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے، اسی طرح ہمارے کاموں میں استخارہ کی تعلیم بھی فرماتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کسی کو کوئی اہم کام آپڑے تو اسے چاہئے کہ دو رکعت نفل نماز نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر--- خیر لی فی دینی ودنیای ومعاشی وعاقبتہ امری فقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت

تعلم انہ شر لی فی دینی ودنیای ومعاشی وعاقبتہ امری فاصرفہ عنی واقدرلی الخیر حیث کان ثم رضنی بہ۔ (مسند احمد)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا طالب ہوں، یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں محض مجبور ہوں، تو تمام علم والا ہے اور میں مطلق بے علم ہوں، تو ہی تمام غیب کو بخوبی جاننے والا ہے، اے میرے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین دنیا میں آغاز وانجام کے اعتبار سے بہتر ہی بہتر ہے تو اسے میرے لئے مقدر کر دے اور اسے میرے لئے آسان بھی کر دے اور اس میں مجھے ہر طرح کی برکتیں عطا فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین کی دنیا زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لئے خیر وبرکت جہاں کہیں ہو مقرر کر دے پھر مجھے اسی سے راضی وضامند کر دے۔ دعا کے یہ الفاظ مسند احمد میں ہیں۔

اس دعا استخارہ میں هذا الامر جہاں ہے وہاں اپنے کام کا نام لے مثلاً نکاح ہو تو ھذا النکاح، سفر میں ہو تو ھذا السفر، بزنس میں ہو تو ھذا التجارۃ وغیرہ۔

زیر تفسیر آیت المائدہ-90 میں سب سے پہلے شراب کی قطعی حرمت کو بیان کیا گیا۔

حدیث: مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ہر نشے والی چیز خمر ہے اور ہر نشے والی چیز حرام ہے اور جس شخص نے شراب کی عادت ڈالی اور بغیر توبہ مر گیا وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہ دیکھے گا:

1- ماں باپ کا نافرمان،

2- شراب کی عادت والا

3- اور اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات دے کر احسان جتلانے والا۔ (مسند احمد، نسائی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (ابن کثیرؒ)

آیت کے آخر میں فرمایا: لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ جس میں بتلا دیا گیا کہ اگر تم دنیا وآخرت میں فلاح چاہتے ہو تو ان پابندیوں اور حدود وقیود کا خیال رکھو۔

نشہ آور اشیاء اور جوئے کے دینی اور سماجی نقصانات

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (مائدہ۔91)

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟

Satan's plan is to stir up hostility and hatred between you with intoxicants and gambling and to prevent you from remembering Allah and praying. Will you not then abstain? (5:91)

یہ نشہ آور اشیاء، شراب اور جوئے کے مزید معاشرتی اور دینی نقصانات بیان ہو رہے ہیں جو محتاج وضاحت نہیں ہیں۔

رسول کی ذمہ داری ابلاغ دعوت ہے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (مائدہ۔92)

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور (نافرمانی سے) بچتے رہو اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف واضح طور پر (ہمارا پیغام) پہنچا دینا ہے۔

Obey Allah and obey the Messenger and beware! But if you turn away, then know that Our Messenger's duty is only to deliver ˹the message˺ clearly. (5:92)

قبول اسلام اور سچی توبہ کی برکت سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (مائدہ۔93)

جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ آئندہ اُن چیزوں سے بچے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں، پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمان الٰہی ہو اُسے مانیں، پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

No blame of sins after true repentance!

There is no blame on those who believe and do good for what they had consumed before ˹the prohibition˺, as long as they fear Allah, have faith, and do what is good; then they believe and act virtuously, then become fully mindful ˹of Allah˺ and do righteous deeds. For Allah loves the good doers. (5:93)

حرمت شراب کے بعد بعض صحابہ رضی اللہ عنھم کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے رہے ہیں جس کا گناہ کہیں ان کے نامہ اعمال میں نہ ہو۔ اسی طرح شراب کی حرمت آنے سے پہلے بھی بہت سارے مسلمان فوت ہو چکے تھے جو اپنی زندگی میں شراب کے عادی رہے۔ اس آیت میں اس شبہے کا ازالہ کر دیا گیا کہ ایمان، اسلام اور سچی توبہ سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں لہٰذا ان کو اپنے سابقہ گناہوں پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ حدیث کے اندر بھی آتا ہے: الاسلام یھدم ماکان قبلہ۔ اسلام اپنے ماقبل گناہوں کو خود بخود معاف کروادیتا ہے یعنی قبول اسلام سے قبل کئے گئے تمام گناہ قبول اسلام کے بعد معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نزول قرآن کے وقت کسی چیز کی حرمت سے پہلے اس کے استعمال پر کوئی گناہ نہیں۔ جیسے ان آیات میں شراب اور جوئے کی حرمت کا ذکر ہے تو جس نے ماضی میں ان چیزوں کو استعمال کیا اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ قرآن میں دوسرے مقام پر بھی یہی فرمایا گیا: ولقد عفا اللہ عمّا سلف۔۔ جو کچھ ماضی میں ہو گیا اللہ نے اس کو معاف کر دیا۔

تیسرا رکوع: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَىْءٍ۔۔۔ (مائدہ۔87)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

حج وعمرہ کے احرام کی پابندیاں، احرام کے احکام کی تفصیل، سمندر یا پانی کا شکار اور کھانے کے احکامات: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ۔ کعبۃ اللہ کی حرمت و فضیلت: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا

لِّلنَّاسِ۔ دلوں کا مقناطیس، یونٹی کی علامت، مرجع خلائق۔ رحمت الٰہی اور عذاب الٰہی، داعی کا کام صرف ابلاغ ہے ہدایت دینا اللہ کے اختیار میں ہے: مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ تمہارے ظاہر و باطن سے آگاہ ہستی: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔

رزق حلال کی برکات: قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔ حلال و حرام برابر نہیں ہوتے، حلال کم بھی باعث برکت، حرام زیادہ بھی ہو تو ناکافی اور بے برکتی و بے سکونی کا ذریعہ، حلال پر قناعت اختیار کرو، چیزوں کی قدر و قیمت کا خاص معیار، پرفیوم کا ایک قطرہ بدبو کے ڈھیر سے بہتر ہوتا ہے، برائی کی کثرت سے مرعوب نہ رہو۔

احرام کی پابندیاں، احرام کے مسائل کی تفصیلات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَىْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (مائدہ۔94)

ایمان والو! اللہ ان شکاروں کے ذریعہ تمہارا امتحان ضرور لے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ جاتے ہیں تاکہ تاکہ وہ یہ دیکھے کہ غائبانہ طور پر کون اس سے ڈرتا ہے؟ اور جس نے تنبیہ کے بعد بھی حد سے تجاوز کیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

Prohibition of hunting animals during pilgrimage

O you who have believed! Allah will surely test you with game within the reach of your hands and spears to distinguish those who fear Him in secret. And whoever transgresses after that – for him is a painful punishment. (5:94)

زمانہ قدیم سے شکار انسانی زندگی کی معاش اور معاشرت کا ایک اہم عنصر رہا ہے اور ہر زمانے میں کسی حد تک انسانی ضرورت بھی رہا ہے۔ بالخصوص زمانہ جاہلیت سے عرب کلچر میں شکار کو زندگی کا جزو لاینفک سمجھا جاتا تھا، اس لئے حالت احرام میں شکار کی ممانعت کرکے لوگوں کا امتحان لیا گیا۔

حضور اکرمؐ اور صحابہ کرام کے تاریخی سفر عمرہ کے موقع پر حدیبیہ میں قیام کے دوران احرام کی پابندیوں کے احکام نازل ہوئے۔ یہ چار آیات تھیں جن میں حالت احرام کی پابندیوں بشمول شکار کی ممانعت کا حکم نازل ہوا۔

اگلی آیت میں حالت احرام میں شکار کی پابندی کی مزید تفصیل بیان کی جارہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۔ (مائدہ۔95)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اُسی کے ہم پلہ ایک جانور اُسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہو گا جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر آدمی کریں گے بشرطیکہ یہ قربانی کعبہ تک پہنچنے والی ہو یا کفارہ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہو یا اس کے برابر روزے تاکہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے اس چیز کو معاف کیا جو گزر چکی اور جو کوئی پھر کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

O you who have believed! Do not kill game while on pilgrimage. Whoever kills game intentionally must compensate by offering its equivalence—as judged by two just persons among you—to be offered at the Sacred House, or by feeding the needy, or by fasting so that they may taste the consequences of their violations. Allah has forgiven what has been done. But those who persist will be punished by Allah. And Allah is Almighty, capable of punishment. (5:95)

When a person is in the state of pilgrim sanctity (ihram) it is prohibited for him both to hunt and to assist in hunting animals. There is an exception to this injunction and that is with regard to harmful animals. Snakes, scorpions, mad dogs and other violent or venom animals may be killed even by one in the state of ihram.

امام شافعیؒ نے اس سے مراد صرف ان جانوروں کو لیا ہے جو ماکول اللحم ہیں یعنی جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے کہ ان کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے دوسرے جانور مثلاً درندے، موذی جانور کو حالت احرام میں مارنے کو وہ جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک اس میں کوئی تفریق نہیں۔ محرم کو ہر قسم کے شکار سے مطلقاً پرہیز ہی کرنا چاہئے۔ البتہ اگر موذی یا زہریلا جانور سامنے آجائے، حملہ کردے یا اس سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو اسے مارنے میں کوئی حرج نہیں۔ دور جدید میں اگرچہ اس کا امکان کم ہی ہوتا ہے لیکن بہر حال حاجی کو مسئلہ کا علم ہونا چاہئے۔

Sea Food سمندر یا پانی کے شکار اور کھانوں کے احکامات

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (مائدہ-96)

تمہارے لیے سمندر (پانیوں) کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، جہاں تم ٹھیرو وہاں بھی اُسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زادراہ بھی بنا سکتے ہو البتہ خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم حالتِ احرام میں ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی (بارگاہ کی) طرف تم (سب) جمع کئے جاؤ گے۔ (مائدہ-96)

Permission for Sea Food

It is lawful for you to hunt and eat seafood, as a provision for you and for travellers. But hunting on land is forbidden to you while on pilgrimage. Be mindful of Allah to Whom you all will be gathered. (5:96)

Since one often runs out of provisions during a Sea journey and is left with no alternative but to catch sea creatures. So, eating sea food has been made permitted for this reason. But in normal circumstances only fish can be consumed from sea food.

چونکہ سمندر کے سفر میں بسا اوقات زادراہ ختم ہو جاتا ہے اور غذا کی فراہمی کے لیے بجز اس کے کہ آبی جانوروں کا شکار کیا جائے اور کوئی تدبیر ممکن نہیں ہوتی اس لیے ہر طرح کا بحری شکار حلال کر دیا گیا۔

البتہ اس کی تفصیل میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کا کھانا حلال ہے۔ کیونکہ پانی کے جانوروں میں تو مگرمچھ، کچھوے، سمندری سانپ، سمندری گھوڑے، کیکڑے اور دوسرے کئی عجیب الخلقت جانور بھی ہوتے ہیں جن کو کھانے سے نفس انسانی ویسے ہی کراہت محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا فقہاء احناف کے نزدیک مچھلی کے علاوہ کسی اور آبی جانور کا کھانا جائز نہیں ہے۔ جن فقہاء کے نزدیک جھینگا مچھلی کی قسم سے ہے ان کے نزدیک اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ امام شافعیؒ اور دوسرے فقہا کہتے ہیں کہ پانی کے تمام جانور حلال ہیں سوائے مینڈک کے۔

کعبۃ اللہ: اسی نام سے باقی ہے آرامِ جہاں ہمارا

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ (مائدہ۔97)

اللہ نے مکان محترم، کعبہ کو لوگوں کے لیے (اجتماعی زندگی کے) قیام کا ذریعہ بنایا اور ماہ حرام اور ہدی کے جانوروں اور قلادوں کو بھی (اِس کام میں معاون بنادیا) تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے باخبر ہے اور اُسے ہر چیز کا علم ہے۔

Ka’ba: A Blessed Sanctuary

Allah has made the Ka’ba—the Sacred House—a sanctuary of well-being for all people, along with the sacred months, the sacrificial animals, and the ⌜offerings decorated with⌝ garlands. All this so you may know that Allah knows whatever is in the heavens and whatever is on the earth, and that He has ⌜perfect⌝ knowledge of everything. (5:97)

Even before Islam the Ka’ba was not merely a sacred place of worship but also a source of unity for the entire world regardless of race, colour and ethnicity. People from all around the world come towards the Ka’ba for the performance of Hajj and ‘Umrah. This enabled the people of various continents to establish social and cultural ties among themselves. Moreover, the security which reigned

in the vicinity of the Ka'ba provided peace which promoted and excelled positive and leisure activities and trade. This also led to the growth and flowering of languages, cultures and trades. Due to blessings of peace and security which reigned in the sacred territory, it became a major centre of spirituality and trades. Moreover, since certain months of the year were regarded as sacred months in which there was a Peace Zone, the entire region enjoyed peace and security for about a quarter of the year. It was during this period that people moved in freedom to explore the land for trade and tourism. Thanks again to the peaceful measures e.g. honouring sacred months and sanctity of the ka 'bah.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کولوگوں کے قیام وبقاء اور امن واطمینان کا سبب بتلایا ہے۔لفظ کعبہ عربی زبان میں ایسے مکان کو کہتے ہیں جو مربع یعنی چوکور ہو۔ کعبہ کو البیت الحرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک حرمت اور احترام والی جگہ ہے۔اس کی حدود میں شکار کرنا، درخت کاٹنا وغیرہ بھی حرام ہیں۔یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اگر کسی کے باپ کا قاتل بھی سامنے آجاتا تو اس سے بھی تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔اسے قیاما للناس (لوگوں کے لئے جائے قرار) قرار دیا گیا ہے۔دوسرے الفاظ میں بیت اللہ کو دلوں کا مقناطیس بنادیا گیا۔ لفظ قیام اور قوام اسم مصدر ہے، اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر کسی چیز کا قیام وبقاء موقوف ہو، اس لئے قیٰماًللناس کے معنے یہ ہوئے کہ کعبہ اور اس کے متعلقات لوگوں کے قیام وبقاء کا سبب اور ذریعہ ہیں۔اور لفظ ناس لغت میں عام انسانوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ظاہر یہی ہے کہ پورے عالم کے انسان اس میں داخل ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ بیت اللہ اور جن چیزوں کا ذکر آگے آرہا ہے، ان کو ساری انسانیت کے لئے قیام وبقاء اور امن وسکون کا ذریعہ بنادیا ہے، جب تک دنیا کا ہر ملک، ہر خطہ اور ہر سمت کے لوگ اس بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرتے رہیں اور بیت اللہ کا حج ہوتا رہے تو اس کی برکت سے پوری دنیا قائم اور بابرکت رہے گی۔بیت اللہ کا پورے عالم کی بقاء کے لئے سبب ہونا تو ایک معنوی چیز ہے ظاہری نظریں اس کو نہیں پاسکتیں۔جس طرح مقناطیس اور لوہے کے باہمی ربط باہمی کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، مگر وہ ایک ایسی حقیقت ہے جو مشاہدہ میں آتی ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ بیت اللہ اور نظام عالم کے باہمی ربط کی حقیقت کا ادراک بھی انسان کے قبضہ میں نہیں، وہ خالق کائنات کے بتلانے ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔

زمانہ جاہلیت سے عرب کلچر میں کعبہ کی حیثیت محض ایک مقدس عبادت گاہ ہی کی نہ تھی بلکہ اپنی مرکزیت اور اپنے تقدس کی وجہ سے وہی پورے ملک کی معاشی و تمدنی زندگی کا سہارا بنا ہوا تھا۔ کعبۃ اللہ سوشل لائف کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ حج اور عمرے کے لیے سارا ملک اس کی طرف کھنچ کر آتا تھا اور اس اجتماع کی بدولت انتشار کے مارے ہوئے عربوں میں وحدت کا رشتہ اور نیشنل یونٹی کا تصور پیدا ہوتا، مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لوگ باہم تمدنی روابط قائم کرتے، شاعری کے مقابلوں سے ان کی زبان و ادب کی ترقی ہوتی، اور تجارتی لین دین سے سارے ملک کی معاشی ضروریات پوری ہوتیں۔ حرمت والے مہینوں کی برکت سے سال کے چار مہینے مکمل امن نصیب ہوتا تھا۔ قربانی کے جانوروں اور قلادوں کی موجودگی سے بھی اس نقل و حرکت میں بڑی مدد ملتی تھی، کیونکہ نذر کی علامت کے طور پر جن جانوروں کی گردن میں پٹے پڑے ہوتے انہیں دیکھ کر عربوں کی گردنیں احترام سے جھک جاتیں تھیں اور کسی کو فساد پھیلانے یا قتل و غارت گری کی جرأت نہ ہوتی۔

کعبۃ اللہ اگرچہ عام پتھروں کی ایک سادہ سی عمارت ہے مگر اس کی نسبت اللہ کی طرف ہے لہٰذا وہ محترم ہو گئی۔ ہدی کا جانور اگرچہ ایک جانور ہی ہے مگر چونکہ اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو گئی تو وہ شعائر اللہ میں سے ہو گیا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری حیثیت ایک پتھر سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی نسبت اللہ کی طرف یا دین کی طرف ہوتی ہے وہ بابرکت ہو جاتی ہے۔ دن تو بہت سارے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جمعۃ المبارک اور یوم عرفہ کو سارے دنوں پر فضیلت عطا فرما دی۔ راتیں تو بہت ساری ہیں مگر لیلۃ القدر کو ساری راتوں پر فضیلت عطا کر دی گئی۔ فرشتے تو بہت سارے تھے مگر جبرئیل امین ؑ کو سارے فرشتوں کا سردار بنا دیا۔ امتیں تو بہت ساری گذریں مگر امّت مسلمہ کو ساری امتوں کا سردار بنا دیا۔ نبی اور رسول تو بہت سارے آئے مگر ان میں محمد رسول اللہ ﷺ کو سارے رسولوں کا سردار بنا دیا۔

عذاب الٰہی اور رحمت الٰہی

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (مائدہ۔98)

یاد رکھو اللہ سخت گرفت کرنے والا بھی ہے اور غفور و رحیم بھی ہے۔

Know that Allah is severe in penalty and that He is (also) Forgiving, Most Merciful. (5:98)

ظاہر و باطن سے آگاہ ہستی

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔ (مائدہ۔99)

رسول پر تو صرف پیغام پہنچادینے کی ذمہ داری ہے، آگے تمہارے کھلے اور چھپے سب حالات کا جاننے والا اللہ ہے۔

The Messenger's duty is only to deliver ˹the message˺. And Allah ˹fully˺ knows what you reveal and what you conceal. (5:99)

رزق حلال کم بھی ہو تو باعث برکت

حرام زیادہ بھی ہو تو بے برکت

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَ لْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (مائدہ۔100)

اے پیغمبرؐ! انہیں بتادو کہ برائی اور اچھائی برابر نہیں ہوتیں، خواہ برائی کی کثرت تمہیں کتنی ہی اچھی لگے، پس اے لوگو جو سمجھ بوجھ رکھتے ہو! اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

Say, ˹O Prophet˺ "Good and evil are not equal, though you may be dazzled by the abundance of evil. So be mindful of Allah, O people of reason, so you may be successful. (5:100)

This verse explains a standard of evaluation and advises us to see things from a different perspective. A drop of perfume is more valuable than a heap of filth; a glass of clean water is much more valuable than a tank of dirty water. A wise person should therefore be content with whatever he acquires by clean, permissible means regardless of its quantity. He should not reach out for what

is prohibited, even it is large in quantity and glittering in appearance. For example, £100 is more valuable than £5, since a hundred is more than five. But, according to this verse, if those hundred pounds have been earned in a manner entailing the disobedience of God, by wrong means or earned through unlawful source, then the entire amount becomes unclean and impure. If, on the contrary, a person earns five pounds while obeying God and by legitimate source then this amount is clean and pure; and anything which is impure, whatever its quantity, cannot be equal to which is clean and pure.

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ: اے پیغمبرؐ! انہیں بتادو کہ برائی اور اچھائی برابر نہیں ہوتیں۔

عربی زبان میں طیّب اور خبیث دو متقابل لفظ ہیں، طیّب ہر چیز کے عمدہ اور جیّد کو اور خبیث ہر چیز کے ردی اور خراب کو کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک خبیث سے مراد حرام یاناپاک ہے، اور طیّب سے مراد حلال اور پاک۔ معنی آیت کے یہ ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلکہ ہر عقل سلیم کے نزدیک پاک وناپاک یا حلال و حرام برابر نہیں ہوسکتے۔ اس جگہ لفظ خبیث اور طیّب اپنے عموم کے اعتبار سے حرام و حلال مال ودولت کو بھی شامل ہے، اور اچھے برے انسانوں کو بھی، اور بھلے برے اعمال واخلاق کو بھی۔ مطلب آیت کا واضح ہے کہ کسی عقل سلیم کے نزدیک نیک وبد اور بھلا برابرابر نہیں ہوتا اسی فطری قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال و حرام یا پاک وناپاک چیزیں برابر نہیں اسی طرح اچھے اور برے اعمال و اخلاق برابر نہیں، اسی طرح نیک وبد انسان برابر نہیں۔

آیت کے اندر آگے ارشاد فرمایا: وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ۔ خواہ برائی کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈال دے۔ یعنی اگرچہ دیکھنے والوں کو بعض اوقات خراب اور خبیث چیزوں کی کثرت مرعوب کردیتی ہے، اور گردوپیش میں خبیث و خراب چیزوں کے پھیل جانے اور غالب آجانے کے سبب انہیں کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں، مگر یہ انسانی علم وشعور کی بیماری اور احساس کا قصور ہوتا ہے۔

حرام مال کی یہ بے توقیری تو آخرت کے اعتبار سے ہوئی اور اگر گہری نظر سے معائنہ کیا جائے اور سب کاموں کے آخری انجام کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے کاروبار میں بھی حلال و حرام مال برابر نہیں ہوتے، حلال سے جتنے فوائد اور اچھے نتائج اور حقیقی آرام وراحت نصیب ہوتی ہے وہ کبھی حرام سے نہیں ہوتی۔

تفسیر در منثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کیا ہے کہ زمانہ تابعین کے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب سابق امراء کے زمانہ کے عائد کئے ہوئے ناجائز ٹیکس بند کئے، اور جن لوگوں سے ناجائز طور پر اموال لئے گئے وہ واپس کئے اور سرکاری بیت المال خالی ہو گیا اور آمدنی بہت محدود ہو گئی، تو ایک صوبہ کے گورنر نے ان کی خدمت میں خط لکھا کہ بیت المال کی آمدنی بہت گھٹ گئی ہے، فکر ہے کہ حکومت کے کاروبار کس طرح چلیں گے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں یہی آیت تحریر فرمادی: لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ۔ برائی اور اچھائی برابر نہیں ہوتیں، خواہ برائی کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈال دے۔ اور لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے ظلم وجور کے ذریعے جتنا خزانہ بھرا تھا تم اس کے بالمقابل عدل وانصاف قائم کر کے اپنے خزانہ کو کم کرلو اور کوئی پرواہ نہ کرو ہماری حکومت کے کام اسی کم مقدار سے پورے ہوں گے۔

سبحان اللہ! یہ کتنی بلیغ قرآنی آیت ہے جس کے اندر کتنی اہم ہدایت کی گئی۔ اگر دنیا صرف اس قرآنی اصول کو سمجھ لے اور اس پر عمل شروع کر دے تو دنیا مالی بددیانتی اور کرپشن سے پاک ہو جائے۔

ایک اور پہلو سے بھی اس آیت کی تفسیر کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر پوری دنیا کے پر نظر ڈالی جائے تو سارے عالم میں بھلائی کی مقدار کم اور برائی کی تعداد میں کثرت نظر آئے گی۔ ایمان کے مقابلہ میں کفر، تقویٰ وطہارت اور دیانت وامانت کے مقابلہ میں بددیانتی اور بے ایمانی، ایمان اور تقویٰ کے مقابلے میں فسق وفجور، عدل وانصاف کے مقابلہ میں ظلم وجور، علم کے مقابلہ میں جہل، عقل کے مقابلہ میں بے عقلی کا کثرت کا مشاہدہ ہوگا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی چیز یا کسی جماعت کی تعداد کی کثرت اس کے اچھے یا حق پر ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہو سکتی، بلکہ کسی چیز کی اچھائی اور بہتری اس چیز اور اس جماعت کے ذاتی حالات وکیفیات پر دائر ہوتی ہے، حالات وکیفیات اچھی ہیں تو وہ اچھی اور بری ہیں تو بری ہیں، قرآن کریم نے اسی حقیقت کو وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ۔ خواہ برائی کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈال دے کے الفاظ میں واضح فرمادیا ہے۔

یہ آیت (مائدہ۔100) چیزوں کی قدر وقیمت کا ایک خاص معیار بیان کرتی ہے جو عام انسانی معیار سے بالکل مختلف ہے۔ دنیا کی نظر میں ایک سو پاؤنڈ بمقابلہ پانچ پاؤنڈ کے زیادہ قیمتی ہیں کیونکہ وہ سو ہیں اور یہ پانچ۔ لیکن یہ آیت کہتی ہے کہ سو(100) پاؤنڈ اگر اللہ کی نافرمانی کر کے حاصل کیے گئے ہوں تو وہ حرام اور ناپاک ہیں، اور پانچ پاؤنڈ اگر اللہ کی فرماں برداری کرتے ہوئے کمائے گئے ہوں تو وہ حلال اور پاک ہیں، اور حرام اور ناپاک خواہ مقدار میں کتنا ہی زیادہ ہو، بہر حال وہ حلال اور پاک کے برابر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پرفیوم کا ایک قطرہ بدبو کے ڈھیر سے زیادہ قدر رکھتا ہے۔ لہٰذا ایک سچے

ایماندار انسان کو لازماً حلال ہی پر قناعت کرنی چاہیے اور حرام کی طرف کسی حال میں بھی ہاتھ نہ بڑھانا چاہیے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی کثیر و شاندار ہو۔

آیت کا مدعا یہ ہے کہ حلال اگرچہ تھوڑا ہو وہ بہتر ہے اس حرام سے جو بہت سارا ہو۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ماقل و کفیٰ خیر ممّا کثر و الھیٰ۔ جو کم ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔

حدیث: ابن حاطب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا: کم مال جس کا شکریہ تو ادا کرے یہ بہتر ہے اس زیادہ سے جس کی تو طاقت نہ رکھے۔ اے عقلمند لوگو! اللہ سے ڈرو حرام سے بچو، حلال پر اکتفا کرو قناعت کیا کرو تاکہ دین و دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔

چوتھا رکوع: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ۔۔۔ (مائدہ۔101)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

غیر ضروری اور فضول سوالات کی ممانعت: لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔

آباؤاجداد کی اندھی تقلید: حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا۔ جاہلانہ اور مشرکانہ روایات کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، جاہلیت کسی زمانے کا نام نہیں، ہر تاریک خیالی، لادین کلچر، رسومات و توہمات، دین سے دوری، نفس کی پیروی، خاندانی رواج و روایات کی اندھی پیروی جاہلیت کی جدید شکل ہے۔ اپنی ہدایت کی فکر کرو کسی کی گمراہی کا وبال تم پر نہ ہوگا: عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ۔ وراثت کی وصیت کے وقت گواہوں کی اہمیت۔

غیر ضروری اور فضول سوالات سے گریز کرو

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (مائدہ۔101)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔ اور اگر یہ باتیں ایسے وقت میں پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ گذشتہ سوالات اللہ نے معاف کر دیے ہیں اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

Don’t ask unnecessary Questions!

O You who have believed! Do not ask about any matter which, if made clear to you, may disturb you. But if you inquire about what is being revealed in the Quran, it will be made clear to you. Allah has forgiven what was done ˹in the past˺. And Allah is All-Forgiving, Most Forbearing. (5:101)

Hadith: The Prophet (peace be on him) said: ‘God has imposed upon you certain obligations, do not neglect them; He has imposed certain prohibitions, do not violate them; He has imposed certain limits, do not approach them; and He has remained silent about certain matters – and has not done so out of forgetfulness – do not pursue them.

غیر ضروری سوال کرنے کی ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ اے ایمان والو ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو (جن میں احتمال ہو کہ) اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو (یعنی یہ احتمال ہو کہ جواب تمہاری منشاء کے خلاف آیا تو تمہیں ناگوار ہو گا)۔

اس آیت میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ بعض لوگوں کو دینی احکامات و مسائل میں بلا ضرورت تدقیق اور بال کی کھال اتارنے کا شوق ہوتا ہے، اور جو احکام نہیں دیئے گئے ان کے متعلق بغیر ضرورت کے سوالات کیا کرتے ہیں، اس آیت میں ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ایسے سوالات نہ کریں جن کے نتیجہ میں ان پر اعمال کا بوجھ بڑھ جائے۔

بعض مفسرین کے مطابق یہ ممانعت صرف نزول قرآن کے وقت تھی۔ خود نبی اکرم ﷺ بھی صحابہ رضی اللہ عنہ کو غیر ضروری سوالات کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ختم نبوت اور سلسلہ وحی کے انقطاع کے بعد ایسے سوالات کا اگرچہ یہ اثر نہ ہو گا کہ نئے احکام آجائیں یا جو چیزیں فرض نہیں ہیں وہ فرض ہو جائیں لیکن بلا ضرورت سوالات گھڑ گھڑ کر ان کی تحقیقات میں پڑنا یا بلا ضرورت چیزوں کے متعلق سوالات کرنا بعد انقطاع نبوت کے بھی مذموم اور ممنوع ہی رہے گا، کیونکہ اس میں اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنا ہے۔

حدیث: حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات، وواد البنات، ومنع وھات وکرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السوال واضاعۃ المال۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا، دوسروں کے حقوق روکنے کو حرام قرار دیا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے: فضول گفتگو، مال ضائع کرنا اور فضول سوال کرنا۔ (مسلم)

علماء کا کہنا یہ ہے کہ کثرت سوال سے مراد فقہی مسائل میں زیادہ سوالات کرنا ہے۔ یعنی ان معاملات میں جن میں کوئی نص نہیں ہے اور جن کا دارومدار ہمارے کسی عمل سے نہیں ہے یعنی فقہی پہیلیاں اور مسائل سے جزئیات اور مشتقات نکالنا۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ یعنی دین اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ آدمی فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان جو بالکل فضول چیزوں کی تحقیق میں لگے رہتے ہیں کہ موسیٰؑ کی والدہ کا کیا نام تھا، اور نوحؑ کی کشتی کا طول و عرض کیا تھا جن کا کوئی اثر انسان کے عمل پر نہیں، ایسے سوالات کرنا مذموم ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ ایسے سوالات کرنے والے حضرات اکثر ضروری اور اہم مسائل دین سے بیخبر ہوتے ہیں۔ فضول کاموں میں پڑنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ آدمی ضروری کاموں سے محروم ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء نے فرضی سوالات کر کے بہت سے مفروضہ مسائل کا حل نکالا ہے وہ اس ممانعت سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان سوالات کا مقصد تعلیم و تدریس ہوتا ہے۔ ایک عالم اور امام کو متوقع سوالات کیلئے ذہنی طور پر تیار رہنا چاہیے۔

شان نزول: جب آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آل عمران۔97) نازل ہوئی کہ: صاحب استطاعت لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے۔ تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے، انہوں نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا، آپؐ نے پھر سکوت فرمایا انہوں نے تیسری دفعہ پھر یہی پوچھا آپؐ نے فرمایا ہر سال نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم ادا نہ کر سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: إنَّ اللهَ تعَالَى فَرَضَ فَرائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوهَا، وحدَّ حُدُودًا فَلا تَعْتَدُوهَا، وحرَّم أشْياءَ فَلا تَنْتَهِكُوها، وَسكَتَ عَنْ أشْياءَ رَحْمةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيانٍ فَلا تَبْحثُوا عَنْهَا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ امور فرض قرار دیئے ہیں، پس انہیں ضائع نہ کرنا، اور کچھ امور کی حد بندی فرمادی ہے، پس اس سے تجاوز اختیار نہ کرنا، اور کچھ اشیاء کو حرام قرار دیا ہے، پس انہیں پامال نہ کرنا، اور کچھ اشیاء سے خاموشی اختیار فرمائی ہے، بھول کر نہیں، بلکہ تمہارے ساتھ رحمت کا برتاؤ کرتے ہوئے، پس انہیں کریدنے کی کوشش نہ کرنا۔ (دار قطنی۔ ریاض الصالحین)

حافظ ابن رجبؒ نے اپنی کتاب جامع العلوم والحکم میں اس حدیث پر بڑا جامع تبصرہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو چار قسموں میں تقسیم فرمایا ہے 1: فرائض، 2 محرمات، 3 حدود 4 مسکوت عنہ (یعنی ایسے امور جن سے خاموشی اختیار فرمائی)۔ یہ چاروں امور دین کے تمام احکام کو جامع ہیں۔ ابو بکر ابن السمعانیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اساس دین میں سے ہے یعنی دین کی بہت بڑی اصل اور بنیاد ہے۔ کچھ علماء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پورے ذخیرۂ حدیث میں اس حدیث سے بڑھ کر تمام اصول و فروع کو سمیٹنے والی اور کوئی حدیث نہیں۔

اگلی آیت میں ماضی کے لوگوں کے غیر ضروری سوالات اور اس کے نتیجے میں ان کے انکار و تکذیب کو بیان کیا جارہا ہے:

قَدْ سَاَ لَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ۔ (مائدہ۔102)

اس طرح کے سوالات تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھے تھے مگر پھر انہیں کی وجہ سے وہ منکر (مرتد) ہوگئے۔

Some people before you did ask such questions, and on that account lost their faith. (5:102)

یعنی کہیں تم بھی اس کوتاہی کے مرتکب نہ بن جاؤ کیونکہ امور غیبیہ سے متعلق کریدنا آدمی کو خواہ مخواہ تذبذب اور شک میں مبتلا کردیتا ہے اور اس کے نتیجے میں انکار و ارتداد کی طرف جاسکتا ہے۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ کے اندر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ, وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ؛ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ۔ میں جس چیز سے منع کردوں اس سے اجتناب کرو، اور جس چیز کا حکم دوں اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل

کرو، تمھیں جن چیزوں کی بابت نہیں بتایا گیا، تم مجھ سے ان کی بابت سوال مت کرو، اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کی ہلاکت کا سبب ان کا کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف بھی تھا۔ (بخاری، مسلم)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ۔ کہ اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں: فضول گفتگو، مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔ (بخاری)

جاہلانہ اور مشرکانہ روایات کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (مائدہ۔103)

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو لیکن جو لوگ منکر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے اور ان میں سے اکثر فہم وشعور نہیں رکھتے۔

Superstitious practices have no place in Islam!

Allah has never ordained ˹such innovations˺ baḥîrah, sâ'ibah, waṣîlah, and ḥâm. But those who disbelieve invent falsehood about Allah, and most of them do not reason. (5:103)

It was tradition in pagan Arabs to pasture freely certain animals. These specific animals were free to roam for the sake of idols and were exempt from labour or transportation. The practice was to slit the ear or cut the horns of certain animals and then let them loose. Thereafter no one could ride on them, use their milk, slaughter them, shear their hair or to derive any kind of benefit from them. This practise was done just to please their so-called gods.

اس آیت میں ان اوہام وخرافات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو زمانہ جاہلیت سے مشرکین عرب میں مروج تھیں۔ یہاں بتایا جارہا ہے کہ ان جاہلانہ اور مشرکانہ روایات کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام یہ ان جانوروں کی

قسمیں ہیں جنہیں اہل عرب اپنے بتوں کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ وہ ان جانوروں کے کان اور سینگ کاٹ کر ان کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ نہ ان کو سواری کے لئے استعمال کرتے، نہ ان کا دودھ دوہتے اور نہ انہیں باربرداری کے لئے استعمال کرتے۔ غیر اللہ کے نام پر اس طرح کی نذر و نیاز کا سلسلہ مختلف صورتوں اور شکلوں میں آج بھی قائم و جاری ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جاہلیت کسی مخصوص زمانے کا نام نہیں ہے بلکہ جاہلیت ایک نظریہ، فکر اور سوچ کا بھی نام ہے جو بار بار رنگ بدل کر سامنے آتی رہتی ہے۔ مختلف شکلوں میں آتی ہے۔ مختلف ادوار میں آتی ہے۔

تمام جاہلی روایات میں رسوم و توہمات کی ظاہری شکلیں تو مختلف ہوتی ہیں لیکن خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد تاریک خیالی پر ہوتی ہے، دین سے دوری پر ہوتی ہے۔ اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہوتی ہے۔

آباؤاجداد اور خاندانی روایات کی اندھی تقلید

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕاَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ (مائدہ۔104)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس (قرآن) کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آؤ اللہ کے رسول ؐ کی طرف۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے تو وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادا نہ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

Blindly following forefathers' traditions

When it is said to them, "Come to Allah's revelations and to the Messenger," they reply, "What we found our forefathers practicing is good enough for us." ˹Would they still do so˺ even if their forefathers had absolutely no knowledge or guidance? (5:105)

آیت کا شانِ نزول

جاہلیت کی رسموں میں ایک آباؤاجداد اور خاندانی روایات کی اندھی تقلید بھی تھی، جس نے ان کو ہر برائی میں مبتلا اور ہر بھلائی سے محروم کر رکھا تھا۔ تفسیر در منثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کیا گیا ہے کہ اگر کوئی خوش نصیب حق بات کو مان کر مسلمان ہو جاتا تو اس کو یوں عار دلائی جاتی تھی کہ تو نے اپنے باپ دادوں کو بیوقوف ٹھہرایا، کہ ان کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق

اختیار کرلیا۔ ان کی اس گمراہی در گمراہی پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۔۔۔ یعنی جب ان کو کہا جاتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام اور رسول کی طرف رجوع کرو جو ہر حیثیت سے حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں اور تمہارے لئے اصلاح وفلاح کے ضامن ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ ہم کو تو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا۔

یہ وہ جاہلانہ استدلال ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو علم وہنر رکھنے کے باوجود گمراہ کیا۔ قرآن کریم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ قرآن کے اس ایک جملہ نے کسی شخص یا جماعت کی اقتداء کا صحیح اصول بیان کردیا۔ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ علم و عقل اور ہدایت کے معیار سے ہٹ کر انسان اپنے باپ دادا یا کسی اور فرد یا جماعت کی اقتداء کو اپنا طریقہ کار بنالے اور بغیر یہ جانے ہوئے کہ یہ مقتداء خود کہاں جارہا ہے، اور ہمیں کہاں پہنچائے گا اس کے پیچھے لگ لیا جائے۔ اسی طرح بعض لوگ کسی کی اتباع واقتداء کا معیار رائے عامہ کو بنالیتے ہیں جس طرف بھیڑ چال دیکھی اسی طرف چل پڑے، یہ بھی ایک نامعقول رویہ ہے، کیونکہ محض عوامی رائے حق اور باطل اور حق و ناحق کا معیار نہیں بن سکتی۔

قرآن کریم کی اس آیت نے علم وحکمت کا عالیشان سبق دیا کہ کوئی چیز خود بخود مقتداء وپیشواء بنانے کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ ہر انسان پر سب سے پہلے تو یہ لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کا مقصد متعین کرے۔ پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ دیکھے کہ کون ہے جو اس مقصد کا راستہ جاننے والا بھی ہو، اور اس راستہ پر چل بھی رہا ہو، جب کوئی ایسا فقیہ، عالم یا امام مل جائے تو اس کی ہدایات کی پیروی اس کو منزل مقصود پر پہنچا سکتی ہے۔ یہی حقیقت ہے آئمہ ومجتہدین کی تقلید کی کہ وہ دین کو جاننے والے بھی ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی، اس لئے نہ جاننے والے ان کا اتباع کرکے دین کا مقصد یعنی اتباع قرآن وسنت کو حاصل کرسکتے ہیں اور جو شخص منزل مقصود کو خود ہی نہ جانتا ہو، یا جان بوجھ کر منزل کے خلاف سمت چل رہا ہو اس کے پیچھے چلنا ہر عقل مند کے نزدیک اپنی سعی وعمل کو ضائع کرنا، بلکہ اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے، اس علم وحکمت اور روشن خیالی کے زمانہ میں بھی افسوس ہے کہ پڑھے لکھے اور عقل وخرد والے لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور آج کی بربادی اور تباہی کا سب سے بڑا سبب نااہل اور گمراہ رہنماؤں اور لیڈروں کے پیچھے چلنا ہے۔ گویا قرآن کریم کی اس آیت نے اقتداء کا معیار نہایت معقول اور واضح انداز میں بیان کردیا ہے۔ جس کا خلاصہ علم وہدایت ہے۔ کسی فرد یا جماعت کو معیار بنانے کے بجائے قرآن وسنّت کو معیار بناؤ۔ قرآن وسنت کے مطابق علم حاصل کرکے صراط مستقیم پر چلنے

کی کوشش کرو۔ محض باپ دادا ہونا یا بہت سے لوگوں کا لیڈر رہونا، یا صاحب مال و دولت ہونا یا صاحب حکومت و سلطنت ہونا ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کو معیار اقتداء سمجھا جائے۔

کسی پر تنقید کرنے کا مثبت طریقہ

قرآن کریم نے اس جگہ کسی پر تنقید کا مثبت طریقہ بھی واضح فرمادیا۔ کسی دوسرے پر تنقید اور اس کی غلطی ایسے انداز میں ظاہر کی جائے جس سے مخاطب کی دل آزاری یا اس کو اشتعال انگیزی بھی نہ ہو۔ دین آبائی کی تقلید کرنے والوں کے جواب میں یوں نہیں فرمایا کہ تمہارے باپ دادا جاہل یا گمراہ ہیں، بلکہ ایک سوالیہ عنوان بنا کر ارشاد فرمایا کہ کیا باپ دادا کی پیروی اس حالت میں بھی کوئی معقول بات ہو سکتی ہے جب کہ باپ دادا، نہ علم رکھتے ہوں نہ عمل۔

اپنی ہدایت اور اصلاح کی فکر کرو، کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں دے سکتی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (مائدہ۔105)

اے ایمان والو! اپنے اعمال کی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اگر تم خود سیدھے راستے پر ہو۔ اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتلا دے گا جو کچھ تم سب کرتے تھے۔

O You who have believed! you are accountable only for yourselves. It will not harm you if someone chooses to deviate—as long as you are ˹rightly˺ guided. To Allah you will all return, and He will inform you of what you used to do. (5:105)

What is stressed here is that rather than focusing on the faults of others, a person should pay greater attention to his/her own conduct and behavior. His/her primary concern should be with his own faith and conduct. If a person is himself obedient to God, observes his duties to Him and to His creatures including his duty to promote what is good and forbid what is evil, and lives according to the directives of piety, righteousness and honesty, then he has fulfilled his obligation and if others persist either in

false beliefs or in moral corruption their errors cannot harm him and he will not be questioned about others.

This verse in no way means that a man should care only for his own salvation and should remain unconcerned with the reform of others.

اس آیت میں ایک نہایت ہی اہم نکتہ بیان کیا گیا کہ بجائے اس کے کہ آدمی ہر وقت یہ دیکھتا رہے کہ فلاں کیا کر رہا ہے اور فلاں کے عقیدے میں کیا خرابی ہے اور فلاں کے اعمال میں کیا برائی ہے، اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کیا کر رہا ہے۔ اسے سب سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ اسے اپنے خیالات کی، اپنے اخلاق اور اعمال کی فکر ہونی چاہیے کہ وہ کہیں خراب نہ ہوں۔ اگر آدمی خود اللہ کی اطاعت کر رہا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کر رہا ہے، اور صحیح اور سیدھے راستے (صراط مستقیم) پر چلنے کے تقاضے پورے کر رہا ہے جن میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی شامل ہے، تو یقیناً کسی دوسرے شخص کی گمراہی اور گناہ گاری اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہو سکتی۔

اس آیت کا یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ آدمی صرف اپنی نجات کی فکر کرے، دوسروں کی اصلاح کی فکر نہ کرے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس غلط فہمی کی تردید کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں "لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگوں کا حال یہ ہو جائے کہ وہ برائی کو دیکھیں اور اس کی اصلاح کی کوشش نہ کریں، ظالم کو ظلم کرنے سے نہ روکیں تو بعید نہیں کہ اللہ اپنے عذاب میں سب کو لپیٹ لے۔ اللہ کی قسم! تم پر لازم ہے کہ بھلائی اور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے ایک دوسرے کو روکتے رہو، ورنہ اللہ تم پر ایسے حکمران مسلط کر دے گا جو ظالم ہونگے اور وہ تم کو تکلیفیں پہنچائیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ اللہ سے دعائیں مانگیں گے مگر وہ قبول نہ ہوں گی۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اصلاح کی پہلے فکر کرو، دوسروں کی خرابی اعمال کا وبال تم پر نہیں ہو گا۔

تفسیر ابن عباس میں ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرے، برائیوں سے بچ جائے تو اس پر گنہگار لوگوں کے گناہ کا کوئی بوجھ نہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں ظاہری الفاظ سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ اپنی اصلاح اگر کر لی جائے تو کافی ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضروری نہیں ہے۔ لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے کیونکہ امر بالمعروف کا فریضہ بھی نہایت اہم ہے۔ اس لئے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمہارے سمجھانے کے باوجود اگر لوگ نیکی کا راستہ اختیار نہ کریں یا برائی سے باز نہ آئیں تو تمہارے لئے یہ نقصان دہ نہیں ہے جب کہ تم خود نیکی پر قائم اور برائی سے اجتناب کرنے والے ہو۔ البتہ ایک صورت میں امر بالمعروف و نہی

عن المنکر کا ترک جائز ہے کہ جب کوئی شخص معاشرتی طور پر اپنے اندر اس کی طاقت اور اہلیت نہ پائے۔ یعنی خدانخواستہ ایسے حالات ہوں کہ زبان سے بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ادا نہ کر سکے تو ایسی صورت میں: فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان کے تحت اس کی گنجائش ہے کہ وہ کم از کم اپنے دل میں برائی کو برائی سمجھے۔ اس آیت میں اسی نکتے کی طرف اشارہ ہے۔

وراثت کی وصیت کے وقت گواہوں کی موجودگی کی اہمیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔۔۔۔ (مائدہ۔106)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت (قریب) آجائے اور وہ (وراثت کی) وصیت کرنا چاہتا ہو تو وصیت کے وقت تمہارے دو معتبر گواہ موجود ہونے چاہئیں۔۔۔۔

O you who have believed! When death approaches any of you, and you make a bequest, then take the testimony of two just people among you.... (5:106)

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ: وراثت کے معاملات کے گواہ تم میں سے ہوں کا مطلب مفسرین نے یہ بتایا ہے (وصیت کرنے والے) کے خاندان سے ہوں کیونکہ فیملی اور خاندان کے لوگوں کو وصیت کرنے والے کی ذاتی زندگی، ورثہ کی ملکیت، رشتے، نسب وغیرہ کے بارے میں زیادہ معلومات اور باریکیاں پتہ ہوتی ہیں اور وہ اس معاملے میں بہتر گواہی دے سکتے ہیں۔ اگر گھر یا خاندان کے گواہ دستیاب نہ ہوں تو گھر یا خاندان سے باہر کے لوگ بھی گواہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیت کے اگلے حصے کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے: اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ۔۔ یعنی یہ گواہ تمہارے خاندان کے باہر کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان گواہ مل جائیں تو اچھی بات ہے ورنہ غیر مسلموں کی گواہی بھی قبول ہو جائے گی۔ جن حالات میں یہ آیت اتری تھی اس وقت مخصوص حالات کی وجہ سے یہ ہدایت ضروری تھی۔

اس نکتے کو اگلی آیت میں مزید واضح فرمایا جا رہا ہے:

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (مائدہ۔108)

اس طریقہ سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت (گواہی) دیں گے یا کم از کم وہ اس بات کا خوف تو کریں گے کہ ان کی قسموں (گواہیوں) کے بعد کہیں اور قسموں (گواہیوں) سے ان کی تردید نہ ہو جائے (یا نہیں یہ اندیشہ تو ہو گا کہ ان کی گواہی کے بعد دوسرے گواہوں سے بھی گواہی یا حلف لیا جا سکتا ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو! اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

In this way it is more likely that witnesses will give true testimony, or at least they would fear that [other] oaths might be taken after their oaths. Be mindful of Allah and obey. For Allah does not guide the rebellious people. (5:108)

پانچواں رکوع: يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ۔۔۔۔ (مائدہ۔109)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

علام الغیوب ہستی صرف اللہ ربّ العالمین، روز محشر کا منظر نامہ، روز محشر کے سوالات، عیسیٰؑ پر اللہ کی رحمتیں، احسانات و انعامات، حضرت عیسیٰؑ سے خصوصی سوال و جواب، عیسیٰؑ کے حواریوں کا دین بھی اسلام تھا: وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ حواریوں کا تعارف، حواریوں کا آسمانی کھانے (مائدہ) کا مطالبہ، مائدہ کیلئے دعا، رزق کی دعا: وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ ناشکری اور اللہ کا عذاب، نعمت غیر معمولی ہو تو ناشکری کا وبال بھی سخت ہوتا ہے، مائدۃ (خوان طعام) آسمان سے اترا تھا یا نہیں؟ قریش مکہ کا مائدہ سے ملتا جلتا مطالبہ۔

علام الغیوب ہستی: صرف اللہ ربّ العالمین

روز محشر کا منظر نامہ

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (مائدہ۔109)

جس روز اللہ سب رسولوں کو جمع کرکے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا ہے، تو وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، آپ ہی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو جانتے ہیں۔

˹Consider˺ the Day Allah will gather the messengers and say, "What response did you receive?" They will reply, "We have no knowledge ˹compared to You˺! You ˹alone˺ are indeed the Knower of all unseen." (5:109)

This refers to the Day of Judgement. This reply indicates that the Prophets would say that their knowledge was confined to that limited, outward response which they had encountered during their lifetimes. The true reaction to their call at various places and in different forms would only be known to God Himself.

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اچھا یا برا جو بھی معاملہ کیا، اس کا علم یقیناً انہیں ہو گا۔ آیت میں انبیاءؑ کے جس علم کی نفی کا ذکر کیا جارہا ہے اس کا تعلق ان کی وفات کے بعد کے حالات سے ہے۔ یعنی انبیاءؑ کے جواب کا یہ مطلب ہے کہ ہم تو اپنی دعوت کے جواب میں اس ظاہری رسپانس اور اثرات کو جانتے ہیں جو ہمیں اپنی زندگی میں نظر آیا یا محسوس ہوا۔ باقی رہا یہ کہ فی الحقیقت ہماری دعوت کا رد عمل اور نتیجہ کہاں کس صورت میں کتنا ہوا، تو اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں یہ نکتہ بیان کیا جارہا ہے کہ امور غیبیہ یعنی باطنی امور کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل عالم الغیب نہیں ہوتے، عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔ انبیاء کو جتنا کچھ علم ہوتا ہے اولاً تو اس کا تعلق ان امور سے ہوتا ہے جو فرائض رسالت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ ثانیاً ان علوم سے بھی ان کو بذریعہ وحی آگاہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عالم الغیب وہ ہوتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ذاتی طور پر ہو، نہ کہ کسی کے بتلانے پر اور جس کو بتلانے پر کسی چیز کا علم حاصل ہوا سے عالم الغیب نہیں کہا جاتا۔

ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سوال کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہارے بعد کیا کیا عمل کئے اور کیا کیا نئی باتیں نکالیں؟ تو وہ ان سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے۔ یہ معنی بھی درست ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ ہمیں کوئی ایسا علم نہیں جو اے اللہ ربّ العالمین تیرے علم میں نہ ہو۔

روز محشر کے سوالات

اس آیت میں مناظر قیامت کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے جس کا ایک سبق اور خلاصہ یہ بھی ہے کہ ہم سب کو اپنے رب کے حضور جوابدہی سے ڈرنا چاہئے اور اس کی تیاری کرنی چاہئے۔ موقف حساب میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ برگزیدہ و مقبول رسول بھی جوابدہی سے مستثنیٰ نہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس لئے اس روز کی فکر آج ہونی چاہئے، اور فرصت عمر کو اس حساب کی تیاری کے لئے غنیمت سمجھنا چاہئے۔

حدیث: ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا تزول قدما ابن ادم حتٰی یسئل عن خمس۔۔۔

یعنی کسی آدمی کے قدم محشر میں اس وقت تک آگے نہ سرک سکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لے لیا جائے:

ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کے طویل وکثیر لیل ونہار کس کام میں صرف کئے۔ دوسرے یہ کہ خصوصیت سے جوانی کا زمانہ جو قوت عمل کا زمانہ تھا، اس کو کن کاموں میں خرچ کیا۔ تیسری یہ کہ ساری عمر میں جو مال اس کو کہاں سے کمایا۔ چوتھے یہ کہ مال کو کن جائز یا ناجائز کاموں میں خرچ کیا۔ پانچویں یہ کہ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

اللہ تعالیٰ نے غایت رحمت وشفقت سے اس امتحان کا پرچہ سوالات بھی پہلے ہی نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے امت کو بتلا دیا، اب ہمارا کام صرف اتنا رہ گیا کہ ان سوالات کا حل سیکھیں اور کامیابی حاصل کریں۔ امتحان سے پہلے ہی سوالات بتلا دینے کے بعد بھی کوئی ان میں فیل ہو جائے تو اس سے زیادہ کون محروم ہو سکتا ہے۔

عیسیٰؑ پر اللہ کی رحمتیں، احسانات، معجزات

حضرت عیسیٰؑ سے خصوصی سوال وجواب

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْـَٔـۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ (مائدہ۔110)

جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے، جب میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم لوگوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، تو میرے حکم سے مٹی کا پتلا پرندے کی شکل کا بناتا اور اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، تو مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، تو مُردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا، پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ ان میں سے منکر حق تھے انہوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں تو میں نے ہی تجھے اُن سے بچایا۔

Allah’s favours upon Jesus (PBUH)

And ˹on Judgment Day˺ Allah will say, “O Jesus, son of Mary! Remember My favour upon you and your mother: how I supported you with the holy spirit, so you spoke to people in ˹your˺ infancy and adulthood. How I taught you the Book, wisdom, the Torah, and the Gospel. How you moulded a bird from clay—by My Will—and breathed into it and it became a ˹real˺ bird—by My Will. How you healed the blind and the lepers—by My Will. How you brought the dead to life—by My Will. How I prevented the Children of Israel from harming you when you came to them with clear proofs and the disbelievers among them said, “This is nothing but pure magic. (5:110)

ان آیات میں حضرت عیسیٰؑ کے جس سوال و جواب کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے پہلے ان مخصوص انعامات کا بھی ذکر ہے جو خصوصی طور پر حضرت عیسیٰؑ پر مبذول ہوئے، اور بشکل معجزات ان کو عطا فرمائے گئے۔ اس مجموعہ میں ایک طرف انعامات کا اور دوسری طرف جواب طلبی کا منظر دکھلا کر ان دونوں قوموں کو تنبیہ کی گئی ہے، جن میں سے ایک نے تو ان کی توہین کی اور طرح طرح کی تہمتیں لگائیں اور ستایا، اور دوسری قوم نے ان کی تعظیم میں غلو کیا اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا دیا۔ انعامات کا ذکر کر کے پہلی قوم کو اور سوال و جواب کا ذکر کر کے دوسری قوم کو تنبیہ کی گئی ہے۔

فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ: ہر نبی کے مخالفین، آیات الٰہی اور معجزات دیکھ کر انہیں جادو ہی قرار دیتے رہے ہیں، حالانکہ جادو تو شعبدہ بازی کا ایک فن ہے، جس سے انبیاء علیہ السلام کو کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ علاوہ

ازیں انبیاء کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے معجزات قادر مطلق اللہ تبارک وتعالی کی قدرت وطاقت کا مظہر ہوتے تھے کیونکہ وہ اللہ ہی کے حکم سے اور اس کی مشیت وقدرت سے ہوتے تھے کسی نبی کے اختیار میں یہ نہیں تھا کہ وہ جب چاہتا اللہ کے حکم اور مشیت کے بغیر کوئی معجزہ صادر کرکے دکھادیتا اسی لئے یہاں بھی دیکھ لیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر معجزے کے ساتھ اللہ نے چار مرتبہ یہ فرمایا: باذنی کہ ہر معجزہ میرے حکم سے ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ سے قریش مکہ نے مختلف معجزات کے دکھانے کا مطالبہ کیا جس کی تفصیل سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 91۔92 میں ذکر کی گئی ہے تو اس کے جواب میں نبی کریمؐ نے یہی فرمایا: سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ میرا رب پاک ہے یعنی وہ تو اس کمزوری سے پاک ہے کہ وہ یہ چیزیں نہ دکھا سکے وہ تو دکھا سکتا ہے لیکن اس کی حکمت اس کی مقتضی ہے یا نہیں؟ یا کب مقتضی ہو گی؟ اس کا علم اسی کو ہے اور اسی کے مطابق وہ فیصلہ کرتا ہے لیکن میں تو صرف ایک انسان اور اللہ کا رسول ہوں۔

عیسیٰؑ کے حواریوں کا دین بھی اسلام تھا

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ (مائدہ۔111)

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلم (فرمانبردار بندے) ہیں۔

And how I inspired the disciples, "Believe in Me and My messenger!" They declared, "We believe and bear witness that we fully submit ⌜to Allah⌝. (5:110)

حَوَارِيّٖنَ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں جو ان پر ایمان لائے ان کے ساتھی اور مددگار بنے۔ حواری کی تفصیل سورۃ آل عمران میں گذر چکی ہے۔ اس آیت میں وحی سے یہاں مراد وہ وحی نہیں ہے جو بذریعہ فرشتہ انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوتی تھی بلکہ یہ وحی الہام ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض لوگوں کے دلوں میں کردی جاتی تھی، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ۔ اسی طرح حضرت مریم علیہ السلام کو اسی قسم کا الہام ہوا جسے قرآن نے وحی سے ہی تعبیر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے وحی کے لفظ سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم نبی تھیں کیونکہ ان پر بھی اللہ کی طرف سے وحی آئی تھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہ وحی، وحی الہام ہی تھی جیسے یہاں

اوحیت الی الحوارین میں ہے یہ وحی رسالت نہیں ہے۔اس کی ایک اور مثال قرآن میں موجود ہے جس میں شہد کی مکھی کیلئے بھی وحی (یعنی الہام) کے الفاظ آئے ہیں: واوحیٰ ربّک الی النحل--- اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو یہ ہدایت کی---

عیسیٰؑ کے حواریوں کا آسمانی کھانے کا مطالبہ

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (مائدہ-112)

یہ واقعہ بھی یادرہے کہ جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتار سکتا ہے؟ تو عیسیٰؑ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم صاحب ایمان ہو۔

Request for heavenly meal

˹Remember˺ when the disciples asked, “O Jesus, son of Mary! Would your Lord be willing to send down to us a table spread with food from heaven?” Jesus answered, “Fear Allah if you are ˹truly˺ believers.” (5:112)

یہ مائدہ کا واقعہ ہے اور اسی کی وجہ سے اس سورت کا نام سورۃ مائدہ ہے۔ مَآئِدَۃً ایسے برتن (پلیٹ یا ٹرے وغیرہ) کو کہتے ہیں جس میں کھانا ہو۔ اسی لئے دستر خواں بھی اس کا ترجمہ کر لیا جاتا ہے کیونکہ اس پر بھی کھانا چنا ہوتا ہے۔ سورت کا نام بھی اسی مناسبت سے ہے کہ اس میں مائدہ (دستر خوان) کا ذکر ہے۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ عیسیٰ کے حواریوں نے بوجہ فقر وفاقہ، تنگی اور حاجت کے یہ سوال کیا تھا، جناب عیسیٰؑ نے ان سے فرمایا کہ ایسے انوکھے سوالات نہ کرو، اللہ پر بھروسہ رکھو، رزق کی تلاش اور محنت، کوشش کرو۔ صرف بیٹھ کر کھانے کی عادت نہ بناؤ۔

حواریوں کے اصرار پر عیسیٰؑ کی کھانے (مائدہ) کی دعا

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ (مائدہ-114)

تب عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما، جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی کی بات ہو جائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔

Jesus, son of Mary, prayed, "O Allah, our Lord! Send us from heaven a table spread with food as a feast for us—the first and last of us—and as a sign from You. Provide for us! You are indeed the Best Provider. (5:114)

حواریوں کے اصرار پر عیسیٰؑ نے اللہ سے مائدہ (خوان طعام) اور رزق کی دعا کی۔

رزق کی دعا

وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ اے اللہ! تو ہمیں رزق عطا فرما، بے شک، تو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔ (انعام۔114)

ناشکری اور عذاب الٰہی

نعمت غیر معمولی یا بڑی ہو تو ناشکری کا وبال بھی بڑا ہوتا ہے

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ (مائدہ۔115)

اللہ نے فرمایا بے شک میں وہ خوان تم پر اتاروں گا پھر اس کے بعد جو کوئی تم میں سے ناشکری کرے گا تو میں اسے ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہو گی۔

Allah answered, "I will send it down to you. But whoever among you denies afterwards will be subjected to a torment I have never inflicted on anyone of My creation." (5:116)

The Qur'an is silent on the question of whether this heavenly meal was sent down in response to this prayer. There is also no authentic basis to help us arrive at a clear conclusion. It is possible that the repast was actually sent

down. It is also possible that the disciples withdrew their prayer after hearing the stern warning in response to it.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب غیر معمولی نعمت حاصل ہو گی تو اس کی شکر گزاری کی تاکید بھی معمول سے بہت بڑھ کر ہونی چاہئے، اور ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور سخت آئے گا۔

مَآئِدَةً (خوانِ طعام) آسمان سے اترا تھا یا نہیں؟

اس کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرط سن کر کہ جو اس کے بعد ناشکری کرے گا میں اسے سخت عذاب دوں گا، حواریوں نے کہا کہ پھر ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ جس کے بعد اس کا نزول نہیں ہوا۔ امام ابن کثیر نے ان آثار کی اسانید کو جو امام مجاہدؒ اور حضرت حسن بن بصریؒ سے منقول ہیں صحیح قرار دیا ہے۔ نیز کہا ہے کہ ان آثار کی تائید اس بات سے بھی ہوئی ہے کہ نزول مائدہ کی کوئی سند نصاریٰ میں ہے نہ ان کی کتابوں میں اس کا کوئی حوالہ درج ہے۔ حالانکہ اگر یہ نازل ہوا ہوتا تو اسے ان کے ہاں مشہور ہونا چاہیے تھا اور کتابوں میں بھی تواتراً ہوتا یا کم از کم خبر احاد سے نقل ہونا چاہیے تھا۔

قریش مکہ کا مائدہ سے ملتا جلتا مطالبہ

اسی سے ملتا جلتا مطالبہ اہل مکہ (قریش) نے بھی رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنا دے تو ہم آپؐ پر ایمان لائیں گے۔ آپؐ نے دعا کی اسی وقت حضرت جبرائیلؑ آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن اگر پھر ان لوگوں نے انکار کیا تو میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو، یا اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا اللہ! معاف فرما، توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے۔ (مسند احمد)

چھٹا رکوع: وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ --- (مائدہ۔116)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

عیسیٰؑ سے خصوصی سوال و جواب، تمام رسول بشمول عیسیٰؑ اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہیں۔ عالیشان اور بلیغ الفاظ میں

عفوودرگذر کی دعا: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

الْحَكِيْمُ۔ اے اللہ! اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو معاف کردے تو، تو ہی زبردست ہے حکمت والا ہے۔ ایمان اور راستبازی کا فائدہ آخرت میں ظاہر ہوگا، تمام اختیارات کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، سورۃ مائدہ کا اختتام اور مرکزی مضمون: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال وجواب

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (مائدہ۔116)

اور جب (یہ احسانات یاد دلا کر) اللہ فرمائے گا کہ "اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو؟" تو وہ جواب میں عرض کرے گا کہ "سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی، تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔

And ˹on Judgment Day˺ Allah will say, "O Jesus, son of Mary! Did you ever ask the people to worship you and your mother as gods besides Allah?" He will answer, "Glory be to You! How could I ever say what I had no right to say? If I had said such a thing, you would have certainly known it. You know what is ˹hidden˺ within me, but I do not know what is within You. Indeed, You ˹alone˺ are the Knower of all unseen. (5:116)

یہ سوال قیامت والے دن ہوگا اور مقصد اس سے اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنا لینے والوں یعنی غیر اللہ کی نفی ہے کہ جن کو تم معبود اور حاجت روا سمجھتے تھے، وہ تو خود اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ من دون اللہ یا غیر

اللہ میں صرف بت اور مورتیاں ہی شامل نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نیک بندے بھی غیر اللہ ہی ہیں۔اور کسی بھی لحاظ سے ان کی عبادت یعنی انہیں سجدہ وغیرہ جائز نہیں۔

اس آیت کے اندر عیسیٰؑ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں لوگوں کے غلط عقائد سے براءت پیش کردیں اور ان غلط عقائد کے حامل لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیں۔

اگلی آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی نکتے کی مزید وضاحت فرمارہے ہیں:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (مائدہ۔117)

میں (یعنی عیسیٰؑ) نے ان سے صرف وہی کہا ہے جس کا تو نے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا جب آپ نے مجھے واپس بلالیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ہر چیز پر نگراں ہیں۔

I never told them anything except what You ordered me to say: "Worship Allah—my Lord and your Lord!" And I was witness over them as long as I remained among them. But when You took me, You were the Witness over them—and You are a Witness over all things. (5:117)

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ میدان محشر میں نبی کریم ﷺ کی طرف آپ کے کچھ امتی آنے لگیں گے تو فرشتے ان کو پکڑ کر دوسری طرف لے جائیں گے آپؐ فرمائیں گے ان کو آنے دو یہ تو میرے امتی ہیں۔ فرشتے آکر بتلائیں گے: انک لاتدری ما احدثوا بعدک۔ یعنی اے محمدؐ! آپ نہیں جانتے کہ آپؐ کے بعد انہوں نے دین میں کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں جب آپؐ نے یہ سنا تو آپؐ نے فرمایا میں بھی اس وقت یہی کہوں گا جو العبد الصالح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا۔جب آپ نے مجھے واپس بلالیا تو پھر آپ ہی ان پر نگراں تھے۔(بخاری، مسلم)

عالیشان اور عجیب الفاظ میں دعا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ- (مائدہ-118)

(اے اللہ!) اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو معاف کر دے تو، تو ہی زبردست ہے حکمت والا ہے۔

المائدہ-118

Unique Words for Dua

(O, Allah) If You punish them, they belong to You after all.

But if You forgive them, You are surely the Almighty, All-Wise. (5:118)

سبحان اللہ! کیسی عجیب و بلیغ آیت ہے۔ یعنی مطلب یہ کہ یا اللہ! ان کا معاملہ تیری مشیت کے سپرد ہے اس لئے کہ تو فعال لما یرید بھی ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور تجھ سے کوئی بازپرس کرنے والا بھی نہیں ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ یعنی اللہ جو کچھ کرتا ہے اس سے بازپرس نہیں ہوگی لوگوں سے ان کے کاموں کی بازپرس ہوگی۔ (سورۃ انبیاء)۔ گویا آیت میں اللہ کے سامنے بندوں کی بے بسی اور عاجزی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے قادر مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی اور پھر ان دونوں باتوں کے حوالے سے عفو و درگذر کی التجا بھی ہے۔

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نوافل میں اس آیت کو پڑھتے ہوئے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بار بار ہر رکعت میں اسے ہی پڑھتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی۔ (مسند احمد)

حدیث: مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز پڑھی اور صبح تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے، اسی کو رکوع میں اور اسی کو سجدے میں پڑھتے رہے، وہ آیت یہی ہے (مائدہ 118)۔ صبح کو حضرت ابوذر (رض) نے کہا یا رسول اللہؐ! آج کی رات تو آپ نے اسی ایک آیت میں گزاری رکوع میں بھی اس کی تلاوت رہی اور سجدے میں بھی، آپؐ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا، پس میری یہ شفاعت ہر توحید پر قائم شخص کیلئے ہوگی۔ (مسند احمد)

ایمان اور راستبازی کا فائدہ آخرت میں ظاہر ہوگا

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (مائدہ۔119)

اللہ تعالیٰ نے (قیامت کے دن کے بارے میں) ارشاد فرمایا کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا، ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔(مائدہ۔119)

This is the Day when ˹only˺ the faithful will benefit from their faithfulness. Theirs are Gardens under which rivers flow, to stay there for ever and ever. Allah is pleased with them, and they are pleased with Him. That is the ultimate triumph.

قیامت کے دن کا ذکر ہو رہا ہے کہ آج کے دن سچے اہل ایمان کو فائدہ ہو گا۔ وہ ہمیشگی والی جنت میں جائیں گے، وہ اللہ سے خوش ہوں گے اور اللہ ان سے خوش ہو گا، فی الواقع رب کی رضامندی سب سے اعلیٰ چیز ہے۔

اس آیت میں مناظر قیامت میں سے ایک منظر کو بیان کیا گیا جس میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ ہماری سوچ اور ہمارے تصور کے مطابق تو یہ ایک منظر واقع ہو گا' البتہ اللہ کے علم کے مطابق تو وہ وہ چکا اس لئے کہ اللہ کا علم زمان و مکان کے حدود و قیود سے آزاد ہے۔ زمان و مکان کا تصور تو انسان کے محدود علم کے لئے ہے۔ ہمارا علم محدود اور فانی ہے۔

حدیث: ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان پر تجلّی فرمائے گا اور ان سے کہے گا تم جو چاہو مجھ سے مانگو میں دوں گا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی طلب کریں گے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرمائے گا۔

حدیث: إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ يُحِبَّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ؛ فَأَدُّوا إِذَا ائْتُمِنْتُمْ، وَاصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَحْسِنُوا جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكُمْ۔ (معجم الاوسط۔6517)

پھر آیت کے اندر فرمایا گیا کہ یہ ایسی بے مثل کامیابی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اسی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا کہ سب کا خالق، سب کا مالک، سب پر قادر، سب کا متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ہر چیز اسی کی ملکیت میں اسی کے قبضے میں اسی کی چاہت میں ہے، اس جیسا کوئی نہیں، نہ کوئی اس کی نظیر و عدیل ہے نہ اس کی ماں ہے، نہ باپ، نہ اولاد نہ بیوی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ کوئی اس کے سوا رب ہے۔

تمام اختیارات کا مالک حقیقی اللہ ہے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (مائدہ۔120)

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

To Allah ˹alone˺ belongs the kingdom of the heavens and the earth and everything within. And He is Most Capable of everything. (5:120)

یہ سورت اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ یہ آیت اس سورت کا اختتامی تبصرہ اور مرکزی مضمون ہے۔

یہ آخری آیت اس پوری سورت کے مضمون کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اس سورۃ کا مرکزی موضوع دین اسلام ہے۔ اور دین اور دینداری کا اظہار اللہ کے دین کی پیروی میں ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں ہوتا ہے۔ اس پوری سورت میں کچھ اصولی اور فروعی احکام بیان ہوئے ہیں، اس لئے آخر میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق و مالک ہے، اس لئے اسے یہ احکام دینے کا حق ہے۔ اور بندوں کو یہ احکام پوری طرح ماننے چاہئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں (انّ اللہ علیٰ کل شیٍ قدیر)۔ وہ نافرمانی کی صورت میں سزا اور فرماں برداری کی صورت میں اجر و انعام دینے پر قادر ہیں۔ تمام مخلوق اللہ کے سامنے عاجز ہے۔ تمام انبیاءؑ بھی اپنا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی، اور ان چیزوں کی جو ان (آسمانوں اور زمین) میں موجود ہیں، اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

سورۃ الانعام

Chapter - 6: The Grazing Animals

سورۃ الانعام مکّی سورت ہے اور اس میں 165 آیات ہیں۔

شانِ نزول اور پس منظر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ سورۃ انعام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ پوری سورت بجز چند آیات کے بیک وقت مکہ میں اس طرح نازل ہوئی کہ ستر ہزار فرشتے اس کے جلو میں تسبیح پڑھتے ہوئے آئے تھے، آئمہ تفسیر میں سے مجاہدؒ، کلبیؒ اور قتادہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

سورت کا خلاصہ اور مرکزی مضامین

اس سورت میں عقیدہ و نظریہ کی اصلاح پر زور دیا گیا۔ تخلیق کائنات اور رموز کائنات کے حوالے سے اسلامک آئیڈیالوجی کو بیان کیا گیا۔ فکری و نظریاتی اصلاح کے ساتھ ساتھ اسلام کے اساسی تصورات اور اسلامی نظام زندگی پر روشنی ڈالی گئی۔ اس سورت میں عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ آخرت یعنی آخرت میں جوابدہی پر زور دیا گیا۔ یوم حشر کا منظر نامہ پیش کیا گیا، اخروی منازل یعنی موت، برزخ، حشر یوم الحساب کا ذکر کیا گیا۔ جاہلانہ کلچر اور آباؤ اجداد کی غیر اسلامی روایات سے دوری پر زور دیا گیا۔ حسن کائنات اور مظاہر فطرت کی تصویر کشی کی گئی۔ کائنات میں غور و فکر پر دعوت دی گئی۔ تاریخ سے سبق سیکھو، اللہ کی صفت رحمت کا خصوصی تذکرہ، انسان کو اختیار کی آزادی یا فریڈم آف چوائس دے کر دنیا کو اس کا دارالامتحان قرار دیا گیا۔ حقوق خلق پر دور دیا گیا، توحید فطرت انسانی کی آواز، رسالت کی حقیقت اور نبوت کا مزاج بیان کیا گیا، ایمان واصلاح پر زور دیا گیا، اسلام کا نظریہ دعوت و تبلیغ بیان کیا گیا، قرآن کے ذریعے تذکیر پر زور دیا گیا، سبیل المجرمین کی وضاحت کی گئی، مصائب و مشکلات کا اصل حل رجوع الی اللہ ہے، فرقہ واریت ایک طرح سے اللہ کا عذاب یا سزاء ہے۔ برے لوگوں کے ساتھ بھی اصلاح کی نیت کے ساتھ تعلق باقی رکھو۔ صراط مستقیم کی پیروی، صفات باری تعالیٰ، دعوت دین میں حکمت، انبیاء کرام بالخصوص جد انبیاء حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ۔ تمام انبیاءؑ کا مشن ایک تھا، قرآن ساری دنیا کیلئے تذکیر، اللہ کی معرفت، اللہ کی قدرت کی نشانیاں، سورج اور چاند کا کیلنڈر، مذہبی رواداری کا حکم، توہین مذاہب کی ممانعت، شیاطین انس و جن، اکل لحم حلال، اللہ نے دین میں تنگی نہیں رکھی، دارالسلام یعنی سلامتی کے گھر کا ذکر، اللہ کا نصیحت نامہ (قل تعالوا اتل ماحرم ربکم۔۔)، آخری رکوع میں سورت کا مرکزی مضمون: انّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العالمین۔ یعنی ہر عمل میں رضائے الٰہی کا حصول بیان کیا گیا۔

Main Topics of the Surah

The main topics of this Surah may be divided under seven headings:

1. Invitation to the creed of Tauhid (Oneness of Allah)

2. Enunciation of the doctrine of the "Life-after- death." and refutation of the wrong notion that there was nothing beyond this worldly life.
3. Refutation of the prevalent superstitions.
4. Enunciation of the core moral principles for the building up of the Islamic Society.
5. Answers to the objections raised regarding the Holy Prophet and his mission.
6. Comfort and encouragement to the Holy Prophet and his followers who were at, that time in a state of anxiety and despondency because of the apparent failure of the mission.
7. Admonition, warning to the opponents to give up their apathy and haughtiness.

It must, however, be noted that the above topics of the Surah have not been mentioned one by one under separate headings, but the discourse goes on as a continuous commentary and these topics come under discussion in a new and different ways.

ساتویں پارے کا ساتواں رکوع: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔۔۔ (انعام۔1)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اللہ کی حمد وثناء سے آغاز: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ تخلیق کائنات، مظاہر فطرت، روشنی اور اندھیرا۔ حق وباطل، ایمان کی روشنی، باطل کی تاریکی، صراط مستقیم، توحید کی حقیقت، تخلیق انسانی کے بارے میں اسلامی تصوّر: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ۔ انسان ارضی مخلوق ہے اسے زمین سے ہی پیدا کیا گیا۔ ہر انسان کا وقت اجل مقرر ہے: ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا۔ اسلام کے دو تصورات: عالم صغیر (دنیاوی زندگی) عالم کبیر (آخرت کی زندگی) صرف اسلام نے یوم الحساب یعنی آخرت میں جوابدہی کا تصوّر پیش کیا۔ دوسرے مذاہب اس تصوّر سے خالی ہیں۔

اَجَلٌ مُّسَمًّى: برزخ کی زندگی، انسان پر آنے والے تین مراحل: موت، برزخ، حشر یا وقوع قیامت، اللہ تمہارے تمام ظاہر و باطن اعمال سے واقف ہے: يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ۔ غفلت شعار انسان کی پہچان: آیات الٰہی سے اعراض کرنے والے، حق کو جھٹلانے والے، دین کو مذاق بنانے والے، تاریخ سے سبق سیکھو، پچھلی قوموں کے زوال سے سبق سیکھو، عقائد کی پختگی، جاہلانہ اعتراضات و توہمات کی تردید، انکار و عناد کی روش، توہین رسالت کوئی نئی بات نہیں: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ اے محمدؐ! آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کی توہین اور استہزا کیا جا چکا ہے۔

تخلیق کائنات اور تخلیق انسانی

روشنی اور اندھیرا۔ حق اور باطل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ (انعام۔1)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمان و زمین بنائے، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں۔ اس کے بعد بھی منکرین (معبودانِ باطلہ کو) اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

All praise is for Allah Who created the heavens and the earth and made darkness and light. Yet those who disbelieve set up unjustly set up equals (Or: rivals) to their Lord. (6:1)

Light is always used in the Quran in the singular (nûr), whereas darkness is used in the plural (ẓulumât). Light or Nûr is usually used in a metaphorical sense to refer to true guidance, whereas darkness or ẓulumât refers to different forms of misguidance.

ابو اسحاق اسفرائنیؒ نے فرمایا کہ یہ سورت توحید کے تمام اصول و قواعد پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کو کلمہ الحمد للہ سے شروع کیا گیا، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اور مراد اس خبر سے لوگوں کو حمد و ثناء

کی تعلیم دیناہے،اور تعلیم کے اس طرز خاص میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی ذات کسی کی حمد و تعریف کی محتاج نہیں، کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ اپنے ذاتی کمال کے اعتبار سے خود بخود محمود ہے۔

نور سے دن کی روشنی یا ایمان کی روشنی اور ظلمات سے رات کی تاریکی یا باطل کی تاریکی مراد ہے۔نور کے مقابلے میں ظلمات کو جمع ذکر کیا گیا ہے،اس لئے کہ ظلمات یا باطل کے اسباب بھی بہت سے ہیں اور اس کی قسمیں بھی متعدد ہیں۔تاریکی نام ہے عدم نور کا اور عدم نور کے بیشمار مدارج ہیں۔اس لیے نور واحد ہے اور تاریکیاں بہت ہیں۔نور کو واحد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ہدایت اور ایمان کا راستہ یعنی صراط مستقیم ایک ہی ہے متعدد نہیں۔

اس آیت میں سمٰوات کو جمع اور ارض کو مفرد ذکر فرمایا ہے،اگرچہ دوسری آیت میں آسمان کی طرح زمین کے بھی سات ہونے کا ذکر موجود ہے،شاید اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ سات آسمان اپنی ہیئت وصورت اور دوسری صفات کے اعتبار سے باہم بہت امتیاز رکھتے ہیں،اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کی ہم شکل اور مثل ہیں،اس لئے ان کو مثل ایک عدد کے قرار دیا گیا(مظہری)۔

اسی طرح ظلمت کو جمع اور نور کو مفرد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ نور تعبیر ہے صحیح راہ اور صراط مستقیم سے اور وہ ایک ہی ہے،اور ظلمٰت تعبیر ہے غلط راستہ کی،اور وہ کئی ہیں۔(مظہری وبحر محیط)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کو لفظ خلق سے تعبیر کیا گیا ہے اور اندھیرے اجالے کے بنانے کو لفظ جعل سے،اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اندھیرا اور اجالا،آسمان وزمین کی طرح مستقل قائم بالذات چیزیں نہیں،بلکہ عوارض اور صفات میں سے ہیں۔ الظُّلُمٰتِ کو نور پر مقدم شاید اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ اس کائنات میں اصل اندھیرا ہے اور نور خاص خاص چیزوں سے وابستہ ہے،جب وہ سامنے ہوتی ہیں تو نور اور روشنی پیدا ہوتی ہے،جب نہیں ہوتیں تو اندھیرا رہتا ہے۔

مقصود اس آیت کا توحید کی حقیقت اور اس کی دلیل کو بیان فرما کر ان تمام لوگوں کو خطاب کرکے تنبیہ کرنا ہے جو یا تو سرے سے توحید کے قائل ہی نہیں،یا قائل ہونے کے باوجود توحید کی حقیقت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔مثلاً مجوس دنیا کے دو خالق مانتے ہیں یزدان اور اہرمن،یزدان کو خالق خیر اور اہرمن کو خالق شر قرار دیتے ہیں،اور انہیں دونوں کو نور و ظلمت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔بعض بت پرست قوموں نے یہاں تک سرکشی دکھائی کہ ہر پہاڑ کا ہر پتھر ان کے نزدیک نوع

انسانی کا معبود بن سکتا تھا۔ بعض مذاہب اور قومیں جب توحید کی راہ سے بھٹکیں تو انہوں نے نہ صرف چاند، سورج، اور ستاروں کو بلکہ آگ، پانی اور درخت، پتھر یہاں تک کہ کیڑوں مکوڑوں کو اپنا مسجود و معبود اور حاجت روا، مشکل کشا بنالیا۔

قرآن کریم نے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا خالق اور اندھیرے اجالے کا بنانے والا بتلا کر ان سب غلط عقائد و خیالات کی تردید کر دی، کہ نور و ظلمت اور آسمان و زمین اور ان میں پیدا ہونے والی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور بنائی ہوئی ہیں، تو پھر ان کو کیسے پرستش کے لائق یا اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا جاسکتا ہے۔

آیت کا مقصد یہ ہے کہ حقیقی تعریف کے قابل ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی قابل حمد و ثنا ہے، کیونکہ وہی خالق کل اور خالق حقیقی ہے مگر پھر بھی لوگ اپنی نادانی اور ناسمجھی میں اس کی عبادت میں، اس کی ذات وصفات میں اس کا شریک ٹھراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور برتر ہے۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ کسی کی حمد و تعریف کا محتاج نہیں، کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ اپنے ذاتی کمال کے اعتبار سے خود بخود محمود ہے۔

انسان ارضی مخلوق ہے، اس کو زمین سے پیدا کیا گیا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ

ہر انسان کا وقت اجل مقرر ہے

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔ (انعام۔2)

وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمہارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی، اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے مگر تم تردد میں پڑے ہوئے ہو۔

He is the One Who created you from clay, then appointed a term ˹for your death˺ and another known only to Him ˹for your resurrection˺—yet you continue to doubt! (6:2)

Allah has created first human from clay. The elements composing the human body are derived from the earth. Scholars say that if we examine all the minerals found in the earth (potassium, nitrogen, and carbon), we find that these are the same minerals that make up our body. Hence it is said that man has been created out of clay. Furthermore, when we die, our bodies are absorbed back into the

ground. And when we are resurrected, we will be resurrected from the ground (see 20:55).

پہلی آیت میں عالم کبیر یعنی پوری دنیا کی عظیم ترین چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق و محتاج بتلا کر انسان کو کائنات کے بارے میں صحیح عقیدہ و فکر کا سبق دیا گیا، اس کے بعد دوسری آیات میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ تیرا اپنا وجود یعنی انسانی جسم بذات خود ایک عالم صغیر ہے، اگر اس کی ابتداء و انتہاء، پیچیدہ تخلیق اور اس کے اندر مختلف اعصابی نظام اور ان کے باہمی ربط پر غور و فکر کرے تو اللہ پر ایمان ایک واضح حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ: وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی انسانی جسم کے تمام اجزاء زمین سے حاصل ہوتے ہیں، کوئی ایک ذرہ بھی اس میں غیر ارضی نہیں ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تم کو زمین سے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اس رب نے تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو مٹی کے خمیر سے پیدا فرما کر ان میں جان ڈال دی اور پھر تمہیں اس کی نسل سے مشرق مغرب میں پھیلا دیا۔

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری (رض) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو مٹی کی ایک خاص مقدار سے پیدا فرمایا جس میں پوری زمین کے اجزاء شامل کئے گئے، یہی وجہ ہے کہ اولاد آدم، رنگ وروپ اور اخلاق وعادات میں مختلف ہیں، کوئی کالا کوئی گورا، کوئی سُرخ، کوئی سخت کوئی نرم، کوئی سلیم الطبع اور کوئی برے خصائل والا ہوتا ہے۔ (مظہری بروایت ابن عدی بسند حسن)

اس آیت کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ تم جو خوراک اور غذائیں کھاتے ہو، سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور انہیں غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو رحم مادر میں جاکر تخلیق انسانی کا باعث بنتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا تمہاری پیدائش مٹی سے ہوئی۔

یہ تو انسان کی ابتداء آفرینش کا ذکر تھا اس کے بعد اس کی انتہا کی دو منزلوں کا ذکر ہے، ایک انسان کی شخصی انتہا جس کو موت کہا جاتا ہے، دوسری نوع انسانی بشمول ساری دنیا کی انتہاء جس کو قیامت کہا جاتا ہے۔

ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ۔۔۔: پھر تمہارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی، اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے۔ اس آیت میں انسان کو غفلت سے جگانے کیلئے یہ بتلایا گیا کہ ہر انسان کی ایک خاص عمر ہے جس کے بعد اس کی موت یقینی ہے، اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کا مشاہدہ ہر انسان کو اپنے گرد و پیش میں ہر

وقت ہو تا رہتا ہے یعنی ہر انسان کا وقت اجل یعنی موت کا وقت مقرر ہے۔ اسی طرح قیامت اور آخرت کے آنے کا وقت بھی مقرر ہے۔ پہلی اجل سے مراد دنیاوی زندگی یعنی پیدائش سے لے کر موت تک انسان کی عمر ہے اور دوسری اَجَلٌ مُّسَمًّى ہے جس سے مراد قبر، برزخ کی زندگی یعنی انسان کی موت سے لے کر وقوع قیامت تک کی مدت ہے، جس کے بعد ایک دوسری دنیا یعنی آخرت کی زندگی کا آغاز ہو جائے گا۔ دوسرے معنوں میں پہلی اجل سے مراد ہر شخص کی انفرادی زندگی اور موت۔ دوسری اجل عام ہے اس سے مراد دنیا کی انتہا اور اس کا خاتمہ یعنی وقوع قیامت ہے۔

عبداللہ بن عباس اور مجاہد سے مروی ہے کہ قَضٰٓى اَجَلًا سے مراد مدت دنیا ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد عمر انسان ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کا استدلال سورہ انعام کی اس آیت سے ہو: وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى۔ (الانعام:60) سے ہو۔

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت میں قَضٰٓى اَجَلًا سے مراد نیند ہے جو عارضی موت کی طرح ہے، جس میں روح قبض کی جاتی ہے، پھر جاگنے کے وقت لوٹادی جاتی ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد موت ہے۔

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ: یعنی قیامت کے وقوع کے بارے جو لوگ شک اور تردد میں پڑے ہوئے تھے جو کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کس طرح سے دوبارہ زندہ کیا جاسکے گا؟ اللہ تعالی نے فرمایا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی اللہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ (سورہ یسین)

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات

ہمارے ظاہر و باطن سے واقف ہستی

اللہ تمھارے ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ۔ (انعام۔3)

اور وہی ہے معبود برحق، آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، وہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی، اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔

Allah knows whatever you conceal or reveal!

He is the Only True God in the heavens and the earth. He knows whatever you conceal and whatever you reveal and knows whatever you do. (6:03)

سورۃ انعام کی تیسری آیت میں پہلی دو آیتوں کے مضمون کا نتیجہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو آسمانوں اور زمین میں لائقِ عبادت واطاعت ہے، اور وہی تمہارے ظاہر و باطن کے ہر حال اور ہر قول وفعل سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے۔

تمہارے کل اعمال اچھے یا برے سے، خیر وشر سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تو عرش پر ہے، جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ لیکن اپنے علم کے لحاظ سے ہر جگہ ہے۔ یعنی اس کے علم وخبر سے کوئی چیز باہر نہیں۔ بعض لوگ اللہ تعالی کو عرش پر نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور اس آیت سے اپنے اس عقیدے کا اثبات کرتے ہیں۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کو آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں جس کا اختیار ہے اور آسمانوں اور زمین میں جس کو معبود برحق سمجھا اور مانا جاتا ہے وہ اللہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

آیاتِ الٰہی سے اعراض

وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ (انعام۔4)

ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر یہ کہ وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

Whenever a sign comes to them from their Lord, they turn away from it. (6:4)

چوتھی آیت میں غفلت شعار انسان کی ہٹ دھرمی اور خلاف حق ضد کی شکایت اس طرح فرمائی گئی ہے کہ: وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے واضح دلائل اور کھلی نشانیوں کے باوجود منکر انسانوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی نشانی ان کو ہدایت کے لئے بھیجی جاتی ہے وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، اس میں ذرا غور وفکر نہیں کرتے۔

حق کو جھٹلانے والے

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (انعام۔5)

انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس پہنچی، تو اب انہیں خبر معلوم ہو جائے گی اس چیز کے بارے میں جس کے ساتھ یہ لوگ مذاق کیا کرتے تھے۔

They have indeed rejected the truth when it came to them, so they will soon face the consequences of their ridicule. (6:5)

پانچویں آیت میں اسی غفلت شعاری کی مزید تفصیل بعض واقعات کی طرف اشارہ کرکے بیان فرمائی ہے کہ: فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ یعنی جب حق ان کے سامنے آیا تو انہوں نے حق کو جھٹلا دیا۔ حق سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس بھی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ ابتداء عمر سے آخر تک انہیں قبائل عرب کے درمیان رہے، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا انہی کی آنکھوں کے سامنے آیا، ان کو یہ بھی پوری طرح واضح تھا کہ آپؐ نے کبھی کسی انسان سے مطلقاً کوئی تعلیم حاصل نہیں کی، یہاں تک کہ اپنا نام بھی خود نہ لکھتے تھے، پورے عرب میں آپ کا لقب امی مشہور تھا، چالیس سال کی عمر اسی حال میں ان کے درمیان گزری، کہ نہ کبھی شعر و شاعری سے دلچسپی ہوئی نہ کبھی کوئی علم و تعلیم سے مناسبت ہوئی، پھر چالیس سال پورے ہوتے ہی دفعۃً آپؐ کی زبان مبارک سے وہ حقائق و معارف اور علم و عرفان کے خزانے جاری ہو گئے کہ دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر بھی ان کے سامنے عاجز نظر آئے، عرب کے تمام فصحاء و بلغاء کو اپنے لائے ہوئے کلام کا مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج دیا۔ ان میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کو قبول کرکے قرآن کی ایک آیت کی مثال ہی پیش کر دیتے۔

پچھلی قوموں کے زوال سے سبق سیکھو

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۖ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۔ (انعام۔6)

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانہ میں دور دورہ رہا ہے؟ اُن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمہیں نہیں بخشا ہے، ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہادیں، (مگر جب انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسرے دور کی قوموں کو اٹھایا۔

Have they not seen how many generations We destroyed before them? We had made them more established in the land than you. We sent down abundant rain for them and made rivers flow at their feet. Then We destroyed them for their sins and replaced them with other people. (6:6)

پچھلی آیتوں میں اللہ، رسولؐ سے اعراض کرنے یا مخالفت کرنے والوں پر وعید کا ذکر تھا۔ ان آیات میں انہیں منکرین کا رخ اپنے گردوپیش کے حالات اور اگلے زمانہ کے تاریخی واقعات کی طرف پھیر کر ان کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا موقع دیا گیا ہے بلاشبہ تاریخ عالم عبرتوں کی ایک کتاب ہے، جس کو اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو وہ ہزاروں پندونصائح سے زیادہ مؤثر نصیحت ووعظ ہے۔ ایک حکیم کا یہ جملہ بہت ہی جامع ہے کہ: دنیا ایک بہترین کتاب ہے، اور زمانہ بہترین معلم۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک بہت بڑا عنصر قصص اور تاریخ پر مشتمل ہے۔ شاید اسی لئے قرآن کریم نے تاریخ عالم کی روح کو عبرت ونصیحت کے لئے لیا ہے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ کوئی خبر یا قصہ "کبھی خود مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر خبر سے کوئی سبق اور ہر واقعہ کے اظہار سے کوئی عملی نتیجہ نکالنا مقصود ہوتا ہے، اس لئے کسی بھی واقعہ کا جتنا حصہ اس مقصد کے لئے ضروری ہے اس کو پڑھو، اور آگے بڑھو اور اپنے خیالات وافکار کا جائزہ لو، اور واقعات ماضیہ سے سبق حاصل کر کے اپنی اصلاح کرو۔

عقائد کی پختگی

جاہلانہ اعتراضات وتوہمات کی تردید

انکار وعناد کی روش

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔(انعام۔7)

اے پیغمبرؐ! اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

And even if We had sent down to you, [O Muhammad], a written scripture on a page and they touched it with their hands, the disbelievers would say, "This is not but obvious magic." (6:7)

شانِ نزول: ایک دفعہ عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک عجیب اور معاندانہ مطالبہ پیش کیا اور کہا کہ میں تو آپؐ پر اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتا جب تک کہ میں یہ واقعہ نہ دیکھ لوں کہ آپؐ آسمان میں چڑھ جائیں، اور وہاں سے ہمارے سامنے ایک کتاب لے کر آئیں، جس میں میرا نام لے کر یہ ہو کہ میں آپؐ کی تصدیق کروں، اور یہ سب کہہ کر یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپؐ یہ سب کچھ کر بھی دکھائیں میں تو جب بھی مسلمان ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ پھر یہی صاحب مسلمان ہوئے اور ایسے ہوئے کہ اسلام کے غازی بن کر غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔ بہر حال یہ اور اس سے ملتے جلتے مطالبات آپؐ سے ہوئے جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ قوم کے ایسے بے جا معاندانہ مطالبات اور استہزاء کے رنگ میں مکالمات نے ماں باپ سے زیادہ شفیق رسول اکرم ﷺ کے قلب مبارک پر کیا اثر کیا ہو گا؟ اس کا صحیح اندازہ ہم نہیں کر سکتے، صرف وہ شخص محسوس کر سکتا ہے جس کو لوگوں کی اصلاح و فلاح کی فکر رسول کریم ﷺ کی طرح ہو۔

اسی لئے اس آیت میں آپؐ کو تسلی دینے کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ صرف ان کے عناد کا اظہار ہے کہ اتنے واضح نوشتہ الٰہی کے باوجود وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہونگے اور اسے ایک ساحرانہ کرتب قرار دیں گے۔ جیسے قرآن مجید کے دوسرے مقام پر فرمایا گیا: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ۔ اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اس پر چڑھنے بھی لگ جائیں تب بھی کہیں گے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔(الحجر)

دوسرے مقام پر فرمایا گیا: وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ۔ اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا ٹکڑا بھی دیکھ لیں تو کہیں گے کہ تہ بہ تہ بادل ہیں۔(طور:44) یعنی عذاب الٰہی کی کوئی نہ کوئی توجیہ کر لیں گے کہ جس

میں مشیت الٰہی کا کوئی دخل نہیں تاکہ انہیں تسلیم نہ کرنا پڑے حالانکہ کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی مشیت سے ہوتا ہے۔

اسی نکتے کی مزید وضاحت اگلی آیت کے اندر بیان کی جارہی ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۔ (انعام-8)

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ بھی بھیج دیتے تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی۔

They say, "Why has no ˹visible˺ angel come with him?" Had We sent down an angel, the matter would have certainly been judged ˹at once˺, and they would have never been given more time ˹to repent˺. (6:8)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے جتنے بھی انبیاء ورسل بھیجے وہ انسانوں میں سے ہی تھے اور ہر قوم میں اسی کے ایک فرد کو وحی ورسالت سے نواز دیا جاتا تھا۔ یہ اس لئے کہ اس کے بغیر کوئی رسول فریضہ تبلیغ ودعوت ادا ہی نہیں کر سکتا تھا، مثلاً اگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجتا تو وہ انسانی جذبات سے عاری ہونے کی وجہ سے انسان کے مختلف حالات میں مختلف کیفیات وجذبات کے سمجھنے سے قاصر رہتے۔ ایسی صورت میں وہ ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ کس طرح انجام دے سکتے تھے۔؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر ایک بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو ہی نبی اور رسول بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے بطور احسان ہی قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب کہ انہی کی جانوں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا۔۔۔ (آل عمران:164)۔ لیکن پیغمبروں کی بشریت منکرین اسلام کے لیے حیرت واستعجاب کا باعث رہی وہ سمجھتے تھے کہ رسول انسانوں میں سے نہیں فرشتوں میں سے ہونا چاہیے گویا ان کے نزدیک بشریت رسالت کے شایان شان نہیں تھی۔ مشرکین مکہ رسولوں کی بشریت کا تو انکار کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ ان کے خاندان، حسب نسب ہر چیز سے واقف ہوتے تھے لیکن وہ ان کی رسالت کا انکار کرتے رہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرمارہے ہیں کہ اگر ہم لوگوں کے مطالبے پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے یا اس رسول کی تصدیق کے لئے ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے جیسا کہ یہاں یہی بات بیان کی گئی ہے

اور پھر وہ اس پر ایمان نہ لاتے تو انھیں مہلت دیئے بغیر عذاب دیا جاتا کیونکہ انہوں نے صریح معجزہ دیکھنے کے بعد بھی انکار اور سرکشی کی روش اختیار کی۔

اگلی آیت میں اسی نکتہ کی مزید وضاحت کی جارہی ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۔ (انعام۔9)

اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے اور اس طرح وہ اسی شبہ میں مبتلا رہتے جس میں اب مبتلا ہیں۔

Indeed, if We had sent an angel as messenger, We would still have sent him in the human form, leaving them more confused than they already are. (6:9)

This is the second point in response to the objection that why a human was sent as a Prophet. One possible form in which the angel could have appeared is in its original form which would have frightened them. Alternatively, angels could have come down in human form. But this would have left them facing the same dilemma and difficulty as they faced with regard to whether the Prophet Muhammad (peace be on him) had been designated by God or not.

یعنی اگر ہم فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کرتے تو ظاہر بات ہے کہ وہ فرشتہ اپنی اصل شکل میں تو نہ آتا کیونکہ اس طرح انسان اس سے خوف زدہ ہو جاتے اور قریب و مانوس ہونے کی بجائے، دور بھاگتے۔ اس لئے ناگزیر تھا کہ اسے انسانی شکل میں بھیجا جاتا۔ لیکن پھر یہی اعتراض اور شبہ باقی رہتا کہ یہ تو انسان ہی ہے، تو پھر فرشتے کے رسول بنا کر بھیجنے کا کیا فائدہ۔

توہین رسالت کوئی نئی بات نہیں

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (انعام۔10)

اے محمدؐ! تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کی توہین اور استہزا کیا جاچکا ہے، مگر ان مذاق اڑانے والوں پر آخر کار وہی حقیقت مسلط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

Insulting Prophets is not a new thing!

And indeed (many) Messengers were mocked before you ˹O Prophet˺, but those who mocked them were overtaken by what they used to ridicule. (6:10)

آٹھواں رکوع: قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ--- (انعام-11)

رکوع کے تفسیری موضوعات

غور وفکر کی دعوت: سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: زمین کی سیر کرو(سبق اور عبرت کیلئے)، اللہ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کیا ہے: کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے پر نظر رکھنے والی ہستی، ہماری سرپرست ہستی: قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا۔ عذاب الٰہی کا خوف ہر ایک کو ہونا چاہئے۔ اخروی عذاب سے نجات اصل کامیابی ہے: مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ۔ نفع ونقصان کی مالک ہستی: وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ۔ بااختیار ربّ: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ اللہ ہمارا گواہ ہے، حق وصداقت کی پہچان رکھنے والے، آخری نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی علامات کو پہچاننے والے: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ۔

غور وفکر کی دعوت

سیر وفی الارض۔ زمین کی سیر کرو۔ سبق اور عبرت کیلئے

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ۔ (انعام-11)

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ زمین میں سیر کریں پھر اس کے بعد دیکھیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

Explore the Land

Say: Travel throughout the land and see the nature of the consequence for the deniers. (6:11)

Get lessons from the History. The archaeological remains and historical records of the ancient nations testify to how they met their tragic ends through turning away from truth and honesty and stubbornly persisting in their devotion to falsehood.

اللہ نے اپنے اوپر رحمت اور رحمدلی کو لازم کیا ہے

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (انعام۔12)

ان سے پوچھو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہو سب کچھ اللہ ہی کا ہے، اللہ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے۔ تم کو اللہ قیامت کے روز جمع کرے گا، اس میں کوئی شک نہیں، جن لوگوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا ہے اور وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

Ask ˹them, O Prophet˺ "To whom belongs everything in the heavens and the earth?" Say, "To Allah!" He has taken upon Himself to be Merciful. He will certainly gather ˹all of˺ you together for the Day of Judgment—about which there is no doubt. But those who have ruined themselves will never believe. (6:12)

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ: اللہ نے مہربانی اور رحمت کرنا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش پر لکھ دیا: اِنَّ رَحمَتِی تَغْلِبُ غَضَبِیْ۔ یقیناً میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت یقیناً عام ہے، جس سے مومن اور کافر، نیک اور بد، فرمانبردار اور نافرمان سب ہی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی بھی روزی نافرمانی کی وجہ سے بند نہیں کرتا، لیکن اس کی رحمت کا یہ اہتمام صرف دنیا کی حد تک ہے۔ آخرت میں جو کہ دارالجزاء ہے وہاں اللہ کی صفت عدل کا کامل ظہور ہو گا، جس کے نتیجے میں صرف اہل ایمان و

امان رحمت میں جگہ پائیں گے۔اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اور میری رحمت تمام اشیاپر محیط ہے۔میں یہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔(اعراف:156)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جَعَلَ اللَّهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ جُزْءًا، وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا، فَمِنْ ذَلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ، حَتَّى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا؛ خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ۔ اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔اس نے اپنی رحمت کا صرف ایک فیصد حصہ دنیا میں اتارا ہے۔اس نے اپنی باقی 99 رحمتیں روز محشر کیلئے اپنے پاس رکھی ہوئی ہیں۔یہ اس کی رحمت ہی کی ایک جھلک ہے کہ مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں۔(متفق علیہ)

اللہ کی رحمت کے سوحصے

صرف ایک فیصد رحمت دنیا میں بھیجی گئی۔

باقی ننانوے رحمتیں آخرت کے ساتھ خاص ہیں۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔ اللہ اپنے بندوں میں سے رحمدل لوگوں پر رحمت فرماتے ہیں۔متفق علیہ

حدیث: ابن جریرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اس شخص پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔“(بخاری،مسلم اور ترمذی)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص رحمت سے محروم کردیا جاتا ہے جو شقی القلب یعنی سخت دل ہو۔(ترمذی،ابوداؤد)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن ابن علی کو بوسہ دیا اور اس وقت آپ کے پاس اقرع ابن حابس بیٹھے ہوئے تھے۔اقرع نے کہا میرے تو دس بیٹھے ہیں میں نے کبھی ان میں سے ایک کو بھی بوسہ

نہیں دیا۔رسول اللہؐ نے انکی طرف دیکھا اور فرمایا: من لایرحم لایرحم۔ جس نے شفقت نہ کی اس پر شفقت نہ ہو گی۔ایک روایت کے اندر ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ تیرے دل سے محبت و رحمت نکال دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔(مسلم و بخاری)

اللہ کی رحمت کا فیضان اس کی تمام مخلوق پر بالخصوص سارے انسانوں پر پر ہوتا ہے۔یہ رحمت سب کو اپنے جوار میں لیتی ہے۔ سب سے پہلے انسان کی ذات میں اللہ کی شان رحیمی نظر آتی ہے۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اسے اشرف المخلوقات بنایا حالانکہ یہ خود انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔یہ اس کی رحمت ہی ہے جس کے ذریعے انسان زندہ ہے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھارہا ہے۔اس کی شان کریمی کا اظہار اس حقیقت سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان کو علم عطا فرمایا۔پہلے اسے حصول علم کی استعداد عطا کی اور پوری کائنات کو اس کیلئے مسخر کیا۔ پھر یہ بھی اس کی شان کریمی ہے کہ جب ایک بندہ اپنی جہالت کی وجہ سے گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی صفت رحمت سے اس کو معاف فرمادیتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ۔۔اللہ نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم کر لیا ہے۔اور یہ بھی اس کی شان کریمی ہے کہ ہماری ایک نیکی کو وہ دس نیکیاں شمار کرتا ہے جبکہ ہمارے ایک گناہ کو وہ ایک ہی گناہ شمار کرتا ہے۔

رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے کی ہر چیز پر نظر رکھنے والی ہستی

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ‌ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (انعام۔13)

رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں جو کچھ ٹھیرا ہوا ہے، سب اللہ کا ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

To Him belongs whatever exists in the day and night. And He is the All-Hearing, All-Knowing. (6:13)

ہماری سرپرست ہستی

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ‌ؕ قُلْ اِنِّىْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (انعام۔14)

کہو، اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اُس خدا کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے؟ کہو، مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اُس کے آگے سر تسلیم خم کروں (اور تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شرک کرتا ہے تو کرے) تو بہر حال مشرکوں میں شامل نہ ہو۔

Our real Protector and Guardian is Allah

Say, ˹O Prophet˺ “Will I take any guardian other than Allah, the Originator of the heavens and the earth, Who provides for all and is not in need of provision?” Say, “I have been commanded to be the first to submit and not be one of the polytheists.” (5:14)

قُلْ اَغَيْرَ اللهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا: سوال یہ ہے کہ کوئی شخص غیـــر اللّـــہ کو ولی اور سرپرست کیوں بنائے؟ اپنے آپ کو اس شرک میں مبتلا کیوں کرے اور اس کے نتیجے میں اپنے آپ کو کیوں اس قدر ہولناک عذاب میں مبتلا کرے؟ کیا وہ اپنے آپ کو کوئی نفع پہنچانے کے لئے ایسا کرے گا یا کسی دنیاوی مضرت سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایسا کرے گا۔ یا اس لئے کرے گا کہ مشکلات میں کوئی مدد کرے یا بدحالی میں کوئی نفع دے۔ حالانکہ نفع ونقصـــان توصرفـــ اللّـــہ کے ہاتھ میں ہے۔ عالم اسباب میں وہ اللہ کی ذات ہی ہے جو قدرت اور اختیار والی ہے۔ تمام مخلوقات بشمول انسان اس کے قبضہ قدرت اور کنٹرول میں ہیں۔ عطا کرنے اور روکنے میں صرف اس کی حکیمـــانہ پالیسی ہی کار فرما ہوتی ہے۔ اس لئے آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر میں نے بھی رب کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود یا سرپرست بنالیا تو میں بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گا۔

وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ: اور (تمہارا معبود حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ) روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے؟ ان الفاظ میں ایک لطیف نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ سب اپنے ان بندوں کو رزق دینے کے بجائے الٹا ان سے رزق پانے کے محتاج ہیں۔ کوئی فرعون خدائی کے ٹھاٹھ نہیں جما سکتا اور اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکتا جب تک اس کی عوام اسے ٹیکس اور نذرانے نہ دیں۔ کسی صاحب قبر کی شان معبودیت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پرستار اس کا شاندار مقبـــرہ تعمیر نہ کریں۔ کسی دیوتا کا دربار خداوندی سج نہیں سکتا جب تک اس کے پجاری اس کا مجسمہ بنا کر کسی عالی شان عبادت گاہ میں نہ رکھیں اور اس کو تزئین وآرائـــش کے سامانوں سے آراستہ نہ کریں۔ سارے بناوٹی اور مصنوعی خدا بیچارے خود اپنے بندوں کے محتاج ہیں۔ صرف ایک خداوند عالم یعنی اللہ ربّ العالمین کی ذات ہی وہ حقیقی خدا ہے جس کی خدائی آپ اپنے بل بوتے پر قائم ہے اور جو کسی کی مدد کا محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔

عـــذابـــ الٰہی کا خوفـــ ہر ایک کو ہونا چاہیے

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۚ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ (انعام۔۔16۔15)

کہو، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے (خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔ اُس دن جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا اور یہی نمایاں کامیابی ہے۔

Say, "I truly fear—if I were to disobey my Lord—the torment of a tremendous Day." Whoever is spared the torment of that Day will have certainly been shown Allah's mercy. And that is the absolute triumph. (6:15-16)

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں کس قدر حساس تھے یہ آیت اس کی بہترین تصویر کشی ہے۔ حضورؐ بھی عذاب الٰہی سے ڈرتے تھے حالانکہ آپؐ گناہوں سے معصوم تھے۔

آیت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اگر اللہ کا عذاب کسی سے ٹل جائے تو اس کا محض ٹلنا ہی فوز عظیم تصور ہوتا ہے۔ اس تصویری احساس کے علاوہ اس آیت میں اللہ کے نافرمانوں کیلئے دلوں کو ہلا دینے والی ایک تنبیہ بھی ہے۔

مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ: اس دن جس سے عذاب ٹال دیا جائے اس پر خدا نے بڑا رحم کیا۔

یعنی روز محشر کا عذاب انتہائی ہولناک اور سخت ہے، جس شخص سے یہ عذاب ٹل گیا تو سمجھئے کہ اس پر اللہ کی بڑی رحمت ہو گئی۔

وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ: اور یہ ایک واضح کامیابی ہے۔ یہاں کامیابی سے مراد دخول جنت ہے۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ جو آگ سے دور اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ کامیاب ہو گیا اس لئے کامیابی، خسارے سے بچ جانے اور نفع حاصل کر لینے کا نام ہے۔

نفع و نقصان کی مالک ہستی۔ اللہ

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (انعام۔17)

اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

Loss and Gain: In the Hand of Allah

If Allah touches you with harm, none can undo it except Him. And if He touches you with a blessing, He is Most Capable of everything. (6:17)

اس آیت میں اسلام کا ایک **بنیادی عقیدہ** بیان کیا گیا ہے کہ ہر نفع اور نقصان کا مالک در حقیقت صرف اللہ ربّ العالمین کی ذات ہے، کوئی شخص کسی کو حقیقت کے اعتبار سے نہ کسی کو نفع پہنچاسکتا ہے نہ نقصان۔ اور ظاہر میں جو کسی کو کسی کے ہاتھ سے نفع یا نقصان پہنچتا نظر آتا ہے وہ صرف ایک **ظاہری صورت** اور سبب ہے۔ اصل مسبب الاسباب ہستی صرف اللہ ربّ العالمین کی ہے۔ ایک **حدیث قدسی** کے اندر بھی آتا ہے کہ اگر سارے انس و جن تمہیں نفع پہنچانے پر تل جائیں وہ تمہیں نفع نہیں پہنچاسکتے مگر وہی جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ نقصان نہیں پہنچاسکتے مگر وہی جو تمہارے رب نے تمہارے لئے لکھا ہے۔ یعنی نفع وضرر کا مالک، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے والا صرف اللہ ہے اور اس کے حکم و قضا کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔ یعنی ہر چیز کا دینے والا بھی ہے، اور واپس لینے والا یا روک لینے والا بھی وہی ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی معطی ہے اور نہ مانع و قابض۔

اسی مضمون کو ایک دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا گیا: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ (فاطر۔2)۔

حدیث: ایک حدیث میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ اے اللہ! جس کو تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے تو اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچاسکتی۔ (بخاری، مسلم) حضور اکرم ﷺ اس دعا کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

یہ عقیدہ بھی اسلام کے ان **انقلابی عقائد** میں سے ہے جس نے اہل اسلام کو **ساری مخلوق سے بے نیاز** اور صرف خالق کا نیاز مند بنا دیا ہے۔

بااختیار رب

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ (انعام۔18)

وہ اپنے بندوں پر مکمل اختیارات رکھتا ہے، اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔

He reigns supreme over His creation. And He is the All-Wise, All-Aware. (6:18)

یعنی وہ اللہ رب العالمین ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ساری مخلوق پر غالب و قادر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ بڑے بڑے جابر لوگ اس کے سامنے بے بس ہیں، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ساری کائنات اس کی مطیع ہے۔ وہ اپنے ہر کام میں حکیم ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے، پس اسے معلوم ہے کہ اس کے احسان و عطا کا کون مستحق ہے اور کون غیر مستحق۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا انسان، بڑے سے بڑا بادشاہ اپنے ہر ارادہ میں کامیاب نہیں ہوتا، اور اس کی ہر مراد پوری نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کی تقدیر کا پابند ہے۔

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ: وہ حکیم بھی ہے کہ اس کے تمام افعال عین حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ ہر چیز کو جاننے والا بھی ہے۔

اللہ ہمارا گواہ ہے

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللّٰهُ ۖ شَهِيْدٌ ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۚ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۚ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔ (انعام-19)

ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے کہہ دو کہ اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔ کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں (اے محمدؐ!) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

Ask ˹them, O Prophet˺, "Who is the best witness?" Say, "Allah is! He is a Witness between me and you. And this Quran has been revealed to me so that, with it, I may warn you and whoever it reaches. Do you ˹truly˺ testify that there are other gods besides Allah?" ˹Then˺ say, "I will never

testify ˹with you˺!” ˹And˺ say, “There is only One God. And surely, I (myself) am quit of whatever you associate (with Him).” (6:19)

In order to bear witness to something, mere imagination is not sufficient. What is required is knowledge on the basis of which a person can state something with full conviction. Hence. the question means: Did they really have knowledge of anyone other than God who deserves worship and being the absolute sovereign, the one whose order prevails throughout the universe? The true answer is that no one except Allah holds this title or authority.

This verse also warns that if someone wants to bear false witness and testify without knowledge against the oneness of God, they could do so, but that is unreasonable and the Prophet or any reasonable person cannot agree with this testimony.

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً: ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے؟ یعنی اللہ سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں اور اس سے بڑھ کر کس کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے۔ اللہ ہی اپنی واحدنیت اور ربوبیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ: اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔

ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ اب جس کے پاس بھی قرآن پہنچ جائے اگر وہ سچا مطیع رسول ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ بھی لوگوں کو اللہ کی طرف اسی طرح بلائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی اور اس طرح آگاہ کرے جس طرح آپ نے لوگوں کو آگاہ اور خبردار کیا۔ (ابن کثیر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن پہنچ گیا وہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو قرآن پہنچ گیا میں اس کا نذیر ہوں۔

حدیث: نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو تاکید فرمائی: بلغوا عنی ولو ایة ،یعنی میرے احکام وتعلیمات لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

حق وصداقت کی پہچان رکھنے والے

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَ لَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (انعام۔20)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو اس طرح غیر مشتبہ طور پر پہچانتے ہیں جیسے ان کو اپنے بیٹوں کے پہچاننے میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا مگر جنہوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اِسے نہیں مانتے۔

Acknowledging the Divine teachings

Those to whom We gave the Scripture recognize him ⌜to be a true prophet⌝ as they recognize their own children. Those who have ruined their own souls will never believe. (6:20)

Those who have knowledge of the Scriptures know for sure that God is One alone and that Prophet Mohammad (PBUH) is his final Prophet.
It is true that one can spot one's own child even in the midst of a large crowd of children. The same can be said about those well-versed in the Scriptures. Those who have true knowledge of scriptures should have no problem in recognising and acknowledging the Prophet Muhamad (PBUH) as Prophet of God.

يَعْرِفُوْنَهٗ میں ضمیر کا مرجع رسول اللہ ﷺ ہیں۔یعنی اہل کتاب آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں کیونکہ آپؐ کی صفات ان کی کتابوں میں بیان کی گئیں تھیں اور ان صفات کی وجہ سے وہ آخری نبی کے منتظر بھی تھے۔اس لئے اب ان میں سے ایمان نہ لانے والے سخت خسارے میں ہیں کیونکہ یہ علم رکھتے ہوئے بھی انکار کررہے ہیں۔ تکذیب وانکار کی بدترین قسم یہ ہے کہ آدمی جانتے بوجھتے اور علم کے باوجود انکار وتکذیب کردے۔عربی محاورے میں کہاجاتاہے کہ: فان کنت لا

تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم: یعنی اگر تجھے کسی چیز کا علم ہی نہیں ہے تو یہ بھی اگرچہ مصیبت ہی ہے تاہم اگر علم ہے (اور پھر بھی تجھے احساس نہ ہو تو) تو پھر یہ زیادہ بڑی مصیبت ہے۔

نواں رکوع: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ۔۔۔ (انعام۔21)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اللہ اور اس کی نشانیوں کی تکذیب، یوم حشر کا منظر نامہ اور فکر آخرت، آخرت میں جوابدہی کا احساس، خود ساختہ خداؤں کی نفی، بدنیتی کے سبب دلوں پر پردہ: وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ دین اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ: وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ۔ آخرت میں منکرین کی آرزو: پشیمانی مگر جہنم دیکھ کر۔ اسلام کا عقیدہ آخرت، حیات بعد الموت کا انکار کرنے والے: اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ ربّ کے سامنے جوابدہی: اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔

اللہ اور اس کی آیات (نشانیوں) کی تکذیب

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔(انعام۔21)

اور اس شخص سے زیادہ کون بے انصاف ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات (نشانیوں) کو جھٹلائے۔ بے شک ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے۔

Denying Allah or his signs

Who does more wrong than those who fabricate lies against Allah or deny His signs? Indeed, the wrongdoers will never succeed. (6:21)

This refers to those who asserted that there were also other beings who possess divine attributes and powers and deserve to claim worship and absolute service from humans. It is also a slander to claim that God has selected certain beings to be His chosen intimates and that they

should he considered to possess divine attributes, and that people should serve and worship them as they would serve and worship God.

By ‘signs of God’ are meant the signs found within man’s own being, as well as those scattered throughout the universe. They also include the signs which are manifest from the lives and achievements of the Prophets, as well as those embodied in the Scriptures. All these point towards one and the same truth – that in the entire realm of existence there is one God alone and that all else are merely His subjects. Who could be more unjust than one who, in utter disregard of all these signs, invests others than the One True God with attributes of godhead, considering them to merit the same rights as God. And does so merely on grounds of either conjecture, or speculation or out of blind adherence to the beliefs of his forefathers although there is not so much as a shred of evidence founded on true knowledge, observation or experience in support of such beliefs. Such a person subjects’ truth and reality to grave injustice. He also wrongs his own self and everything else in this universe with which he has to deal on the basis of this false assumption.

یعنی جس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑنے والا (یعنی وحی یا نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والا) سب سے بڑا ظالم ہے، اس طرح وہ بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ کی آیات اور اس کے سچے رسول کی تکذیب کرے۔

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ: یا اس کی آیات (نشانیوں) کو جھٹلائے۔ اللہ کی نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں بھی ہیں جو انسان کے اپنے نفس اور ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں، اور وہ بھی جو پیغمبروں کی سیرت اور ان کے کارناموں میں ظاہر ہوئیں، اور وہ بھی جو کتب آسمانی میں پیش کی گئیں۔ یہ ساری نشانیاں ایک ہی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، یعنی یہ کہ موجوداتِ عالم میں خدا صرف ایک ہے باقی سب بندے ہیں۔ اب جو شخص ان تمام نشانیوں کے مقابلہ میں کسی حقیقی استشہاد کے بغیر، کسی علم، کسی مشاہدے اور کسی تجربے کے بغیر، مجرد قیاس و گمان یا تقلید آبائی کی بنا پر، دوسروں کو الوہیت کی صفات سے متصف اور خداوندی حقوق کا

مستحق ٹھیراتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ حقیقت ناشناس ہے اور حد سے گزرنے والا ہے۔وہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی کو جھٹلا رہا ہے۔وہ حقیقت میں اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے اور کائنات کی ہر اس چیز پر ظلم کر رہا ہے جس کے ساتھ وہ اس غلط عقیدہ اور نظریہ کی بنا دپر کوئی معاملہ کرتا ہے۔

یوم حشر کا منظر نامہ اور فکر آخرت (آیات۔22۔32)

آخرت میں جوابدہی کا احساس

اسلام کے تین بنیادی اصول ہیں: توحید، رسالت، عقیدہ آخرت۔باقی سب عقائد انہیں تین کے تحت داخل ہیں، اور یہ وہ اصول ہیں جو انسان کو اس کی اپنی حقیقت اور مقصد زندگی سے روشناس کر کے اس کی زندگی میں جوابدہی کا احساس پیدا کرتے ہیں اور اس کو ایک سیدھی اور صاف راہ پر کھڑا کر دیتے ہیں، ان میں بھی عملی طور پر عقیدہ آخرت اور اس میں حساب جزاءوسزاء کا عقیدہ ایک ایسا انقلابی عقیدہ ہے جو انسان کے ہر عمل کا رخ ایک خاص طرف پھیر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے تمام مضامین انہی تین میں دائروں میں رہتے ہیں۔

اگلی آیات میں خصوصیت کے ساتھ آخرت کے سوال وجواب، وہاں کے شدید ومدید ثواب وعذاب کا اور دنیائے ناپائیدار کی حقیقت کا بیان ہے۔

خود ساختہ خداؤں کی نفی

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔(انعام۔22)

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شرک کیا تھا کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (معبود) خیال کرتے تھے۔

Invented Deities

⌜Consider⌝ the Day We will gather them all together then ask those who associated others ⌜with Allah in worship⌝, “Where are those gods you used to claim?” (6:22)

اس آیت میں یوم حشر کا ایک منظر نامہ بیان کیا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے تھے انہیں لاجواب اور بے دلیل کرنے کے لئے ان سے فرمائے گا کہ جن جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے رہے آج وہ کہاں ہیں؟ سورۃ قصص کی آیت: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ (قصص۔28) میں بھی یہ موجود ہے۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ (انعام۔23)

پھر سوائے اس کے ان کا اور کوئی عذر نہ ہو گا کہیں گے ہمیں اللہ اپنے رب کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔

They will only say, 'By God, our Lord, we have not set up partners beside Him! (6:23)

فتنہ کے ایک معنی حجت اور ایک معنی معذرت کے کئے گئے ہیں، بالآخر یہ حجت یا معذرت پیش کر کے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔ اور امام ابن جریرؒ نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں: ثم لم يكن قيلهم عند فتنتنا اياهم اعتذارا مما سلف منهم من الشرك بالله۔ جب ہم ان سے بازپرس کریں گے تو دنیا میں جو انہوں نے شرک کیا، اس کی معذرت کے لئے یہ کہے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ نہ ہو گا کہ ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔
لیکن وہاں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ڈوبتا شخص تنکے کے سہارے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہاں ان کے گناہ (شرک) کے ازالے کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔ اسی طرح ان کے معبودان باطل بھی، جن کو وہ اللہ کا شریک اور اپنا حمایتی و مددگار اور سفارشی سمجھتے تھے غائب ہونگے اور ان کے شرک سے لاتعلق ہونگے۔ اس طرح ان پر شرکاء کی حقیقت بھی واضح ہو گی۔

اگلی آیت میں ان کی اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا جائے گا:

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ (انعام۔24)

دیکھو! اپنے اوپر انہوں نے کیسا جھوٹ بولا اور وہاں اُن کے سارے بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے۔

See how they will lie about themselves and how those ˹gods˺ they fabricated will fail them! (6:24)

بدنیتی کے سبب دلوں پر پردہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ (انعام۔25)

ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے (ان کی اپنی بدنیتی کے سبب) اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے (کہ سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے) وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، اس پر ایمان لا کر نہ دیں گے حد یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آ کر تم سے جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ (ساری باتیں سننے کے بعد) یہی کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں (بے سند باتیں) ہی ہیں۔

There are some of them who ˹pretend to˺ listen to your recitation ˹of the Quran˺, but We have cast veils over their hearts—leaving them unable to comprehend it—and deafness in their ears. Even if they were to see every sign, they still would not believe in them. The disbelievers would ˹even˺ come to argue with you, saying, “This ˹Quran˺ is nothing but ancient fables!” (6:25)

The refusal on the part of unbelievers to heed the call of the Truth even when it is clear and audible stems from their obstinacy, prejudice and mental rigidity. It is a law of nature that when a person is not prepared to rise above prejudice in his quest for the Truth, his heart closes to every truth which is opposed to his desires. We can describe this condition by saying that the heart of that person has become sealed and when God describes it, He does so by saying that He had sealed the heart of the person concerned.

Whenever ignorant people are called to the Truth, they are liable to say that there is nothing novel about it, that it is merely a repetition of things that have come down from the past, as if in their view every truth must be new, and

whatever is old must of necessity be false, although Truth has always been one and the same and will remain so. All those who have come forward to lead people in the light of God-given knowledge have been preaching one and the same Truth and all those who will benefit from this valuable source of Divine Knowledge in the future are bound to repeat the same old truths. Novelties can be invented only by those who are incapable of perceiving the Divine guidance.

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً: ہم نے (ان کی اپنی بدنیتی کے سبب) اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں یعنی منکرین آپ کے پاس آکر قرآن تو سنتے ہیں لیکن چونکہ مقصد طلب ہدایت نہیں، اس لئے بے فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (ان کی اپنی بدنیتی کے سبب) اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ اب وہ گمراہی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں کہ بڑے سے بڑا معجزہ بھی دیکھ لیں، تب بھی ایمان لانے کی توفیق سے محروم رہیں گے اور ان کا عناد و جمود اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ قرآن کریم کو پہلے لوگوں کی بے سند کہانیاں کہتے ہیں۔

اسی نقطے کو ایک اور زاویہ سے دیکھئے۔ قانون فطرت کے تحت جو کچھ دنیا میں واقع ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے، کیونکہ دراصل اس قانون کا بنانے والا اللہ ہی ہے اور جو نتائج اس قانون کے تحت رونما ہوتے ہیں وہ سب حقیقت میں اللہ کے اذن و ارادہ اور مشیت کے تحت ہی رونما ہوا کرتے ہیں۔ ہٹ دھرم منکرین حق کا سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہ سننا اور داعی حق کی کسی بات کا ان کے دل میں نہ اترنا ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب اور جمود کا فطری نتیجہ ہے۔ قانون فطرت یہی ہے کہ جو شخص ضد پر اتر آتا ہے اور بے تعصبی کے ساتھ صداقت پسند انسان کا سارویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتا، اس کے دل کے دروازے ہر اس صداقت کے لیے بند ہو جاتے ہیں جو اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اس بات کو جب ہم بیان کریں گے تو یوں کہیں گے کہ فلاں شخص کے دل کے دروازے بند ہیں۔ اور اسی بات کو جب اللہ بیان فرمائے گا تو یوں فرمائے گا کہ اس کے دل کے دروازے ہم نے بند کر دیے ہیں۔ کیونکہ ہم صرف واقعہ بیان کرتے ہیں اور اللہ حقیقت واقعہ کا اظہار فرماتا ہے۔

دین اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (انعام۔26)

اور یہ لوگ اس (قرآن) سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں (وہ سمجھتے ہیں کہ اس حرکت سے وہ تمہارا کچھ بگاڑ رہے ہیں) حالانکہ دراصل وہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

Preventing People from embracing the truth

They turn others away from the Prophet and distance themselves as well. They ruin none but themselves, yet they fail to perceive it. (6:26)

یعنی یہ عام لوگوں کو دین اسلام سے متنفر کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ سے اور قرآن پڑھنے اور سننے سے لوگوں کو روکتے ہیں تاکہ وہ ایمان نہ لائیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ لیکن ایسی حرکتوں سے وہ کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ رہے صرف اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔ لوگوں کو دین اسلام سے روکنا اور خود بھی دور رہنا، اس سے پیغمبر اسلام ﷺ کا کیا بگڑے گا؟ اس طرح کے کام کر کے وہ خود ہی بے شعوری میں اپنی ہلاکت اور بربادی کا سامان کر رہے ہیں۔

آخرت میں منکرین کی آرزو

پشیمانی مگر جہنم دیکھ کر!

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(انعام۔27)

کاش تم اس وقت ان کی حالت دیکھ سکتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔

If you could only see, when they are made to stand before the Fire, how they will say, 'If only we could be sent back, we would not reject the revelations of our Lord, but be among the believers.' (6:27)

اس آیت میں منکرین کی ایک آرزو کا ذکر ہے جو وہ آخرت میں کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں واپس جا کر ایمان و اعمال صالح کر لیتے لیکن ان کا دوبارہ دنیا میں آنا ممکن ہی نہیں ہو گا کہ وہ اپنی اس آرزو کی تکمیل کر سکیں۔ جس حقیقت کو وہ دنیا چھپا رہے تھے وہ آخرت میں ان کے سامنے کھل جائے گی۔ جس سچائی کو دنیا میں چھپاتے رہے اسے آج خود ہی اس کو ظاہر کر دیں گے۔

منکرین کی اس آرزو کا قرآن نے متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔مثلاً سورۃ مومنون میں فرمایا گیا: ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظلمون۔ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال لے اگر ہم دوبارہ تیری نافرمانی کریں تو یقیناً ہم ظالم ہیں۔ سورۃ سجدہ میں فرمایا گیا: رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا پس ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں اب ہمیں یقین آ گیا ہے۔

یہ ایک لحاظ سے ان کی طرف سے سچائی کا اعتراف بھی ہو گا۔اب ان کی تمنا ہو گی کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں۔یہ تمنا بھی دراصل طمع ایمانی کی وجہ سے نہیں ہو گی بلکہ عذاب سے نجات کے لئے ہو گی۔چنانچہ اللہ علاّم الغیوب فرمائے گا کہ اگر یہ دنیا میں واپس بھیج بھی دیئے جائیں تب بھی پہلے کی طرح پھر نافرمانیوں میں مشغول ہو جائیں گے۔جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا جارہا ہے:

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ (انعام۔28)

درحقیقت یہ بات وہ محض اس وجہ سے کہیں گے کہ جس حقیقت پر انہوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ اس وقت بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آ چکی ہو گی، ورنہ اگر انہیں سابق زندگی کی طرف واپس بھیجا جائے تو پھر وہی سب کچھ کریں جس سے انہیں منع کیا گیا ہے اور بلاشبہ یہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔

But no! ˹They only say this˺ because the truth they used to hide will become all too clear to them. Even if they were to be sent back, they would certainly revert to what they were forbidden. Indeed, they are liars! (6:28)

At that moment such a statement on their part would not be indicative of either any true change of heart or of any genuinely revised judgement based on serious reflection and reasoning. It would rather be the result of direct observation of reality at a time when even the staunchest unbeliever would find it impossible to deny it.

بَلْ جو إِضْرَاب (یعنی پہلی بات سے گریز کرنے) کے لیے آتا ہے۔اس کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں:

1۔ ان کے لئے وہ کفر اور عناد و تکذیب ظاہر ہو جائے گی، جو اس سے قبل وہ دنیا یا آخرت میں چھپاتے تھے۔ یعنی جس کا انکار کرتے تھے، جیسے وہاں بھی کہیں گے ما کنا مشرکین ۔ کہ ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔

2۔ یا قرآن و سنّت کی صداقت کا علم جو ان کے دلوں میں تھا لیکن پیروکاروں سے چھپاتے تھے وہ وہاں ظاہر ہو جائے گا۔

3۔ یا منافقین کا نفاق وہاں ظاہر ہو جائے گا جسے وہ دنیا میں اہل ایمان سے چھپاتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اگلی آیت (انعام۔29) میں منکرین آخرت کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس لئے یہاں مناسب ہے کہ اسلام کے عقیدہ آخرت کو واضح کیا جائے:

اسلام کا عقیدہ آخرت

قیامت کی جزا و سزا اور دار آخرت کا عقیدہ اسلامی عقائد و نظریات کی اساس ہے اور ہمیشہ یہ عقیدہ صرف اسلام نے پیش کیا ہے اور عقیدہ توحید کے بعد پورے دین اسلام کا ڈھانچہ اسی عقیدہ پر استوار ہے۔ دین اسلام کے عقائد و نظریات' اخلاق و طرز عمل معاشرتی اصول و قوانین صرف اسی صورت میں قائم اور استوار ہو سکتے ہیں جب لوگوں کے اندر آخرت کی جوابدہی کا احساس پیدا ہو جائے۔

اسلامی نظریہ حیات کے مطابق زندگی وہ مختصر عرصہ نہیں ہے جو ایک فرد اس جہان میں بسر کرتا ہے اور نہ زندگی وہ مختصر عرصہ ہے جس میں کوئی قوم زندہ رہتی ہے۔ اسلامی تصور حیات کے مطابق زندگی بہت ہی وسیع ہے۔ اس میں یہ زمانہ بھی شامل ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں' یعنی دنیا۔ وہ اخروی زمانہ بھی اس میں شامل ہے جسے اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ اس طویل اخروی زندگی کے مقابلے مین یہ زندگی اس قدر قصیر ہے کہ یہ ساعتہ من النہار ہی کہی جا سکتی ہے۔ یعنی دن کا ایک حصہ۔ مکانیت کے اعتبار سے یہ تصور اس قدر وسیع ہے کہ وہ اس جہان اور اس کرہ ارض کے مقابلے میں مزید جہانوں کا قائل ہے۔ وہ ایک ایسی جنت کا قائل ہے جو آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ وسیع ہے۔ جہنم بھی اس قدر وسیع ہے کہ اس کے پیٹ کو ان تمام انس و جن سے نہیں بھرا جا سکتا۔ پھر یہ تصور نامعلوم جہانوں تک وسیع ہو جاتا ہے۔ اس جہان سے آگے کئی جہان ہیں جن کے بارے میں صرف ذات باری کو علم ہے اور ہم اس کے بارے میں وہی کچھ اور صرف اسی قدر جانتے ہیں جس قدر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ اور یہ اخروی زندگی موت سے شروع ہو کر دار آخرت تک جا پہنچتی ہے۔ عالم موت یا برزخ اور عالم آخرت دونوں غیبی جہان ہیں اور ان میں انسانی وجود اس صورت میں آگے بڑھتا ہے جس کی صحیح کیفیت صرف

اللہ کے علم میں ہے۔یہ ہے اسلامی تصورحیات۔اس تصورحیات میں انسانیت کی اہمیت ہے۔انسانی روابط کی اہمیت ہے اور انسانی اقدار کی اہمیت ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کے عقیدہ آخرت کے مطابق ہر انسان حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق خلق کے حوالے سے آخرت میں اپنے ربّ کے سامنے جوابدہ ہے۔ایک مسلمان اس دنیا میں اس عقیدہ آخرت اور فکر آخرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

حیات بعد الموت کا انکار کرنے والے:

وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۔ (انعام-29)

اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا ہمارے لیے اور کوئی زندگی نہیں اور ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔

They insisted, There is nothing beyond this worldly life and we will never be resurrected. (6:29)

یہ بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے) کا انکار ہے جو ہر منکر دین اور ملحد کرتا ہے اور اس حقیقت سے انکار ہی دراصل ان کے کفر وعصیان کی سب سے بڑی وجہ ہے ورنہ اگر انسان کے دل میں صحیح معنوں میں اس عقیدہ آخرت کی صداقت راسخ ہو جائے تو کفر وعصیان کے راستے سے فوراً تائب ہو جائے۔

وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ (انعام-30)

کاش وہ منظر تم دیکھ سکو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اس وقت ان کا رب ان سے پوچھے گا "کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟" یہ کہیں گے "ہاں اے ہمارے رب! یہ حقیقت ہی ہے" وہ فرمائے گا "اچھا! تو اب اپنے انکار حقیقت کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو۔

But if only you could see when they will be detained before their Lord! He will ask ⌜them⌝, “Is this ⌜Hereafter⌝ not the truth?” They will cry, “Absolutely, by our Lord!” He will say, “Then taste the punishment for your disbelief.” (6:30)

اس آیت میں روز حشر کا ایک اور منظــر نامہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ منکرین اللہ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کہو اب تو اس کا سچا ہونا تم پر ثابت ہو گیا؟ اب تو مان گئے کہ یہ غلط اور باطل نہیں؟ اس وقت وہ سرنگوں ہو کر کہیں گے کہ ہاں اللہ کی قسم یہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب اپنے جھٹلانے اور نہ ماننے کی سزا اور خمیازہ بھگتو۔

دسواں رکوع: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ --- (انعام۔31)

رکوع کے تفسیری موضوعــات

درحقیقت خسارے میں کون؟، ندامت اور افسوس، کوتاہی کا احساس: يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ دنیا کی زندگی کی حقیقت: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ حضور اکرم ﷺ کو تسلّی، توہین انبیاء کوئی نئی بات نہیں: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا۔ اختیار کی آزادی: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى۔ اللہ ان کو ہدایت کے انتخاب کا اختیار یعنی فریڈم آف چوائس دے کر آزمانا چاہتا ہے۔ اگر انسان کے پاس یہ اختیار نہ ہو تو امتحان اور آزمائش بے معنی ہو جاتے ہیں، عقل و فکر سے عاری لوگ، معجزات کے عدم اظہار کی حکمت، اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔ یعنی تمہاری جیسی مخلوق پیدا کی؟ اس سے کونسی مخلوق مراد ہے؟ نظریہ ارتقاء کی تردید، ہر چیز کا اختیار لوح محفوظ میں موجود ہے: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ لوح محفوظ سے کیا مراد ہے؟، حقوق خلق یعنی اللہ کی مخلوق کے حقوق کی اہمیت، بصیرت و بصارت سے عاری لوگ، توحید: فطرت انسانی کی آواز، بڑی مصیبت کے وقت کس کو پکارتے ہو؟

درحقیقت خسارے میں کون؟

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ (انعام۔31)

نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے اپنی ملاقات کی اطلاع کو جھوٹ قرار دیا جب اچانک وہ گھڑی آ جائے گی تو یہی لوگ کہیں گے: افسوس! ہم سے اس معاملہ میں کیسی کوتاہی ہوئی۔ اور اِن کا حال یہ ہو گا کہ اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے دیکھو! کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔

Real Losers in the hereafter

Indeed, are those who deny the meeting with Allah until the Hour takes them by surprise, then they will cry, "Woe to us for having ignored this!" They will bear ˹the burden of˺ their sins on their backs. Evil indeed is their burden! (6:31)

ندامت اور افسوس

اس آیت میں آخرت کا ایک اور منظر نامہ بیان کیا جا رہا ہے۔ قیامت کو جھٹلانے والوں کا نقصان، ان کا افسوس اور ان کی ندامت کا اظہار بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ کی ملاقات کی تکذیب کرنے والے جس خسارے اور نامرادی سے دوچار ہوں گے، اپنی کوتاہیوں پر جس طرح نادم ہوں گے اور برے اعمال کا جو بوجھ اپنے اوپر لادے ہوں گے اس آیت میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

فَرَّطْنَا فِيْهَا میں ضمیر کا مرجع کس طرف ہے؟

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ فَرَّطْنَا فِيْهَا کی ضمیر کا مرجع ممکن ہے حیاۃ یعنی زندگی ہو اور ممکن ہے اعمال ہو اور ممکن ہے دار آخرت ہو۔

فتح القدیر میں امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ:

فَرَّطْنَا فِيْهَا میں ضمیر کا مرجع اَلسَّاعَةُ کی طرف راجع ہے یعنی قیامت کی تیاری اور تصدیق کے معاملے میں جو کوتاہی ہم سے ہوئی اس پر ہم نادم ہیں۔

یا اس ضمیر کا مرجع اَلصَّفْقَةُ (تجارت یا سودا) کی طرف راجع ہے جو اگرچہ عبارت میں موجود نہیں ہے لیکن سیاق وسباق اس پر دلالت کناں ہے۔ اس لئے کہ نقصان تجارت یا سودے میں ہی ہوتا ہے اور مراد اس سے وہ تجارت یا سودا ہے جو ایمان کے بدلے کفر خرید کر انہوں نے کیا یعنی یہ گھاٹے کا سودا کر کے ہم نے سخت کوتاہی کی۔

یا ضمیر کا مرجع حَیَاتُ کی طرف راجع ہے یعنی ہم نے اپنی زندگی میں برائیوں اور کفر وشرک کا ارتکاب کر کے جو کوتاہیاں کیں ان پر افسوس اور ندامت ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس دنیا میں ایسی چیز جو ہر انسان کو حاصل ہے اور سب سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے، وہ اس کی زندگی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا ایک محدود وقت ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اپنی زندگی کی مہلت کسی کو معلوم نہیں کہ بیس سال ہوگی یا سو سال۔ اگلے دن وفات ہوگی یا اگلے سال۔

حدیث: اسی وجہ سے ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنّٰى على الله۔ یعنی عقلمند اور دانا وہ آدمی ہے جو اپنی نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے اعمال کرے اور بے وقوف ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے اور پھر اللہ پر جھوٹی امیدیں باندھے۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕوَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔(انعام۔32)

اور دنیاوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو لعب کے اور دار آخرت متقیوں کے لئے بہتر ہے، کیا تم (یہ حقیقت) نہیں سمجھتے۔

This worldly life is no more than play and amusement, but far better is the ˹eternal˺ Home of the Hereafter for those mindful ˹of Allah˺. Will you not then understand? (6:32)

This does not mean that worldly life has nothing serious about it and that it has been brought into being merely as an enjoyment and leisure time. What this observation means is that, compared with the true and abiding life of the Hereafter, worldly life seems, as it were, a leisure before turning to serious business.

Worldy life has been likened to enjoyment and leisure for another reason as well. Since Ultimate Reality is hidden in this world, the superficially minded ones who lack true perception encounter many a thing which causes them to

fall a prey to misconceptions. As a result of these misconceptions such persons indulge in a variety of actions which are so blatantly opposed to reality that their life seems to consist merely of leisure and enjoyment. One who assumes the position of a king in this world, for instance, is no different from the person who plays the part of a king on the stage of a theatre. His head is bedecked with a crown, and he goes about commanding people as if he were a king, even though he has no royal authority. He may later, if the director of the theatre wishes can dismiss him any time from his royal office.

There are others who think that they have the power either to bestow honour and dignity on human beings or to degrade them, either to confer benefits or to harm them. Such people go about trumpeting their own glory, but by just one twist of fortune such people may lose their authority at any time due to sudden death etc. As soon as they cross the boundaries of this world and steps into the Next, the reality will be fully manifest, all the misconceptions that a person has entertained will be peeled away, and he will be shown the true worth of his belief and actions.

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ: اور دنیاوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں سوائے لہو لعب کے۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی زندگی میں کوئی سنجیدگی نہیں ہے اور یہ محض کھیل اور تماشے کے طور پر بنائی گئی ہے۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کی پائیدار اور حقیقی زندگی کے مقابلہ میں یہ زندگی ایسی ہے جیسے کوئی شخص کچھ دیر کھیل اور تفریح میں دل بہلائے اور پھر اصل سنجیدہ کاروبار کی طرف واپس ہو جائے۔ نیز اسے کھیل اور تماشے سے تشبیہ اس لیے بھی دی گئی ہے کہ یہاں حقیقت کے مخفی ہونے کی وجہ سے بے بصیرت اور ظاہر پرست انسانوں کے لیے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کے بہت سے اسباب موجود ہیں۔ مثلاً جو شخص یہاں بادشاہ یا حکمران بن کر بیٹھتا ہے اس کی حیثیت حقیقت میں تھیٹر کے اس مصنوعی بادشاہ سے مختلف نہیں ہوتی جو تاج پہن کر جلوہ افروز ہوتا ہے اور اس طرح حکم چلاتا ہے گویا کہ وہ واقعی فرمانروا ہے۔ حالانکہ حقیقی بادشاہی کی اس کو ہوا تک نہیں لگی ہوتی۔ ڈائریکٹر کے ایک

اشارے پر وہ معزول ہو جاتا ہے، قید کیا جاتا ہے اور اس کے قتل تک کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی تماشے اس دنیا میں ہر طرف ہو رہے ہیں۔ کہیں کسی دربار یا مزار سے حاجت روائیاں ہو رہی ہیں، حالانکہ وہاں حاجت روائی کی طاقت کا نام ونشان تک موجود نہیں۔ کہیں کوئی غیب دانی کے کمالات کا مظاہرہ کر رہا ہے، حالانکہ غیب کے علم کا وہاں شائبہ تک نہیں۔ کہیں کوئی لوگوں کا رزاق بنا ہوا ہے، حالانکہ بیچارہ خود اپنے رزق کے لیے کسی اور کا محتاج ہے۔ کہیں کوئی اپنے آپ کو عزت اور ذلت دینے والا، نفع اور نقصان پہنچانے والا سمجھے بیٹھا ہے اور یوں اپنی کبریائی کے ڈنکے بجا رہا ہے گویا کہ وہی گرد وپیش کی ساری مخلوق کا خدا ہے، حالانکہ بندگی کی عاجزی قدم قدم پر عیاں ہے اور قسمت کا ایک ذرا سا جھٹکا اسے کبریائی کے مقام سے گرا کر انہی لوگوں کے قدموں میں پامال کرا سکتا ہے جن پر وہ کل تک خدائی کر رہا تھا۔ یہ سب کھیل جو دنیا کی چندروزہ زندگی میں کھیلے جا رہے ہیں، موت کی ساعت آتے ہی یکلخت ختم ہو جائیں گے اور اس سرحد سے پار ہوتے ہی انسان اس عالم میں پہنچ جائے گا جہاں سب کچھ عین حقیقت کے مطابق ہو گا اور جہاں دنیوی زندگی کی ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا اور ہر انسان کو دکھا دیا جائے گا کہ وہ صداقت کا کتنا جوہر اپنے ساتھ لایا ہے جو میزان حق میں کسی وزن اور کسی قدر وقیمت کا حامل ہو سکتا ہو۔

حضور اکرم ﷺ کو تسلّی

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ (انعام۔33)

اے محمدؐ! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

We certainly know that what they say grieves you ˹O Prophet˺. It is not your honesty they question—it is Allah's signs that the wrongdoers deny. (6:33)

The fact is that before the Prophet Muhammad (peace be on him) began to preach the message of God, all his people regarded him as truthful and trustworthy person and had full confidence in his veracity. Only after he had begun to preach the message of God, they accused him of untruthfulness. Even during this period none of them had ever accused him of untruthfulness in personal matters.

Even his worst enemies never accused him in any worldly affairs. When they did accuse him of falsehood, they did so in respect of his prophetic mission. His biggest opponent Abu Jahl for instance, was one of his staunchest enemies. According to a tradition from 'Ali, Abu Jahl once said to the Prophet (peace be on him): 'We do not disbelieve you. We disbelieve your message.' On the occasion of the Battle of Badr, *Akhnas bin Shariq* asked Abu Jahl, when they were alone, to confide whether he considered Muhammad to be truthful or not. He replied: By God, Muhammad is a veracious person. He has never lied in all his life. But if every honourable position and service *Siqayah* (provision of water to the pilgrims), *Hijabah* (Guardianship of the Ka'ba) and *Nubuwah* (Prophethood) – were to fall to the share of the descendants of *Qusayy* family, what would be left for the rest of the Quraysh?' (Ibn Kathir)

Here God consoled the Prophet (peace be on him) by telling him that by charging him with falsehood the unbelievers were calling God untruthful. Since God has endured this accusation with mild forbearance, leaving them free to persist in their blasphemy. In this situation, the Prophet (peace be on him) don't need to worry and feel uncomfortable.

نبی اکرم ﷺ کو منکرین کی طرف سے اپنی تکذیب کی وجہ سے جو غم وملال پہنچتا اس کے ازالے اور آپؐ کی تسلّی کے لئے فرمایا جارہا ہے کی ان کی باتوں سے آپ تنگ دل نہ ہوں۔ یہ تکذیب آپ کی نہیں (آپ کو وہ صادق وامین مانتے ہیں) اصل میں یہ آیات الٰہی کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اور یہ سرکشی کی انتہا ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔ آیت کا مدعا یہ ہے کہ بلاشبہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ دشمنان دین کی باتوں کی پرواہ نہ کریں، منکرین اسلام کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک محمد ﷺ نے اللہ کی آیات سنانی شروع نہ کی تھیں، آپ کی قوم کے سب لوگ آپ کو صادق اور امین سمجھتے تھے اور آپ کی راستبازی پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اس وقت جبکہ آپ نے اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا شروع کیا۔ اور اس دوسرے دور میں بھی ان کے اندر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو شخصی حیثیت

سے آپ کو جھوٹا قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہو۔ آپ کے کسی سخت سے سخت مخالف نے بھی کبھی آپ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ دنیا کے کسی معاملہ میں کبھی جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے جتنی آپ کی تکذیب کی وہ محض نبی ہونے کی حیثیت سے کی۔ آپ کا سب سے بڑا دشمن **ابو جہل** تھا اور حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اس نے خود نبی ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: انا لا نکذبک ولکن نکذب ما جئت بہ۔ کہ ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے، مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں۔ جنگ بدر کے موقع پر اَخنَس بن شریق نے تخلیہ میں ابو جہل سے پوچھا کہ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں ہے، سچ بتاؤ کہ محمدؐ کو تم سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ اس نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم محمدؐ ایک سچا انسان ہے، عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، مگر جب لواء اور سقایت اور حجابت اور نبوت سب کچھ بنی قُصَیّ ہی کے حصہ میں آجائے تو بتاؤ باقی سارے قریش کے پاس کیا رہ گیا؟۔ یعنی آپ ﷺ کے مخالفین بھی دل سے آپؐ کی سچائی اور راستبازی کے قائل تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کی **پس پردہ وجوہات** کچھ اور تھیں۔

دوسری صحیح روایات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ قریش مکّہ نبی اکرمؐ کی امانت و دیانت اور صداقت کے قائل تھے لیکن اس کے باوجود وہ آپ کی رسالت پر ایمان لانے سے گریزاں رہے۔ اسی بنا پر یہاں اللہ تعالیٰ اپنے **نبیؐ کو تسلی** دے رہا ہے کہ تکذیب دراصل تمہاری نہیں بلکہ ہماری کی جارہی ہے، اور جب ہم **تحمل و بردباری** کے ساتھ اسے برداشت کیے جا رہے ہیں اور **ڈھیل** پر ڈھیل دیے جاتے ہیں تو تم آپؐ کیوں غمگین ہوتے ہیں۔

آج بھی کچھ لوگ نبی اکرمؐ کے **حسن اخلاق**، **رفعت و کردار** اور امانت و صداقت کو تو خوب جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں اور اس موضوع پر فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیتے ہیں لیکن اتباع رسولؐ میں وہ انقباض محسوس کرتے ہیں۔ آپؐ کے اسوہ اور سیرت کو اپنانے کے بجائے **خواہشات نفس کی پیروی** کرتے ہیں۔ اللہ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

توہین رسالت کوئی نئی بات نہیں

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰـهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ۔ (انعام۔34)

تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب پر اور اُن اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں، انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے، اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تمہیں پہنچ ہی چکی ہیں۔

Indeed, messengers before you were rejected but patiently endured rejection and persecution until Our help came to them. And Allah's promise ⌜to help⌝ is never broken. And you have already received some of the narratives of these messengers. (6:34)

The point emphasized here is that no one has the power to change God's Law regarding the conflict between Truth and falsehood. Followers of Truth pass through trials and persecution so as to be gradually tempered. Their endurance, their honesty of conviction, their readiness to sacrifice and to undertake all risk for their cause, the strength of their faith and the extent of their trust in God must be tested. They must pass through this phase of persecution to develop in themselves those qualities which can be developed nowhere else but on earth. They are also required to defeat the forces of ignorance by virtue of their moral excellence and the nobility of their character. Only after they have established their moral superiority over their adversaries will God's help arrive. No one can secure that help beforehand.

نبی اکرم ﷺ کی مزید تسلی کے لئے کہا جارہا ہے کہ یہ پہلا واقع نہیں ہے کہ منکرین اسلام اللہ کے پیغمبر کا انکار کر رہے ہیں بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں جن کی تکذیب و توہین کی جاتی رہی ہے۔ پس آپ بھی ان انبیأؑ کی اقتدا کرتے ہوئے اسی طرح صبر اور حوصلے سے کام لیں، حتٰی کہ آپ کے پاس بھی اسی طرح ہماری مدد آجائے، جس طرح پہلے رسولوں کی ہم نے مدد کی اور ہم اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے انا لننصر رسلنا والذین امنوا۔ یقیناً ہم اپنے پیغمبروں اور اہل ایمان کی مدد کریں گے۔ (سورۃ مومن)۔ سورۃ مجادلہ میں فرمایا گیا کہ: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ۔ اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔

اس آیت کے اندر ایک قانون فطرت بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ نے حق اور باطل کی کش مکش کے لیے جو قانون بنا دیا ہے اسے تبدیل کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ حق کے پیروکاروں کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ آزمائش اور امتحان سے گذریں۔ اپنے صبر کا، اپنی راستبازی کا، اپنے ایثار اور اپنی فداکاری کا، اپنے ایمان کی پختگی اور اپنے توکل علی اللہ کا امتحان دیں۔ مصائب

اور مشکلات کے دور سے گزر کر اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو اس دشوار گزار گھاٹی میں پرورش پا سکتی ہیں۔اور اپنے اخلاق فاضلہ و سیرت صالحہ کی طاقت کے ذریعے جاہلیت پر فتح حاصل کریں۔اس طرح وہ اپنے آپ کو نصرت الٰہی کا حقدار بنائیں گے۔

بقول شاعر:

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں قطار اندر قطار اب بھی

اختیار کی آزادی

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭوَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔(انعام۔35)

اور اگر حق سے ان کی روگردانی کرنا آپ پر بہت گراں ہے تو پھر اگر ہو سکتا ہے تو زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا کر ان کے پاس کوئی معجزہ لاؤ۔مگر تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگر اللہ (زبردستی) چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔لٰہذا آپ ناواقف لوگوں میں سے نہ بنیں۔

If you find their denial unbearable, then build—if you can—a tunnel through the earth or stairs to the sky to bring them a ˹more compelling˺ sign. Had Allah so willed, He could have guided them all. So do not be one of those who are unaware ˹of this fact˺. (6:35)

The Prophet (peace be on him) saw that even though he had spent a long time admonishing his people, they did not seem inclined to heed his call. As a result, he sometimes wished for the appearance of some extraordinary sign of God that would undermine the stubbornness of his people and lead them to accept his guidance. This verse embodies God’s response to the Prophet’s desire. God did not want things to happen that way. Had it been God’s purpose to work miracles, He would have done so. But God did not

consider that to be the appropriate method for the evolution of a sound, healthy civilization. He preferred the Truth to be set before people with its supporting arguments so that by a proper exercise of their rational judgement, they should recognize it for what it was and thereafter freely choose to embrace it as their faith. For this purpose, the followers of the Truth should continuously invite people of sound mind towards the right path by the power of their arguments, by the loftiness of their ideas, by the excellence of their principles and by the purity of their character.

نبی اکرم ﷺ جب دیکھتے تھے کہ اس قوم کو سمجھاتے سمجھاتے مدتیں گزر گئی ہیں اور کسی طرح یہ راستی پر نہیں آتی تو بسا اوقات آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش کوئی نشانی یا معجزہ اللہ کی طرف سے ایسا ظاہر ہو جس سے ان لوگوں کا کفر ٹوٹے اور انہیں ایمان واسلام کی توفیق نصیب ہو جائے۔ آپؐ کی اسی خواہش کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو معاندین ومنکرین کی تکذیب (جھٹلانا) سے جو گرانی اور مشقت ہوتی تھی، اسی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر آپ ان کو قبول اسلام پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ حتٰی کہ اگر آپ کوئی نشانی یا معجزہ بھی ان کو لا کر دکھائیں تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اختیار کی آزادی دے کر آزما رہا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام انسانوں کو ہدایت کے ایک راستے پر چلانا مشکل کام نہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ معجزوں سے کام لے کر لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا صحیح راستہ نہیں۔ اگرچہ یہ کام اللہ کیلئے کوئی مشکل نہیں۔ یہ راستہ لوگوں کی سوچ اور فکر کی اصلاح کا صحیح راستہ نہیں ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى : اور اگر اللہ (زبردستی) چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ یعنی اگر صرف یہی بات مطلوب ہوتی کہ تمام انسان کسی نہ کسی طور پر ہدایت اور صراط مستقیم کے پیروکار بن جائیں تو نبی بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے، دعوت دین، اصلاح معاشرہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مراحل سے لوگوں کو گذارنے کی ضرورت ہی نہین تھی۔ یہ کام تو اللہ کے ایک ہی تخلیقی اشارہ (کن فیکون) سے انجام پا سکتا تھا۔ لیکن اللہ اس کام کو اس طریقہ پر کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا منشاء تو یہ ہے کہ حق کو دلائل کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ پھر ان میں سے جو لوگ عقل وفہم اور فکر صحیح سے کام لے کر حق کی پہچان کریں اور اپنے آزادانہ اختیار سے اس پر ایمان لائیں۔ اپنی سیرتوں کو اس کے سانچے

میں ڈھال کر باطل پرستوں کے مقابلہ میں اپنا اخلاقی برتری ثابت کریں۔ انسانوں کے مجموعہ میں سے صالح عناصر کو اپنے طاقتور استدلال، اپنے بلند نصب العین، اپنے بہتر اصول زندگی اور اپنی پاکیزہ سیرت کی کشش سے اپنی طرف کھینچتے چلے جائیں۔ اور باطل کے خلاف پیہم جدوجہد کر کے فطری ارتقاء کی راہ سے اقامت دین کی منزل تک پہنچیں۔ اللہ اس کام میں ان کی رہنمائی کرے گا اور جس مرحلہ پر جیسی مدد اللہ سے پانے کا وہ اپنے آپ کو مستحق بنائیں گے وہ مدد بھی انہیں دیتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ اس فطری راستے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت قاہرہ کے زور سے افکار فاسدہ کو مٹا کر لوگوں میں فکر صالح پھیلا دے اور تمدن فاسد کو نیست و نابود کر کے مدنیت صالحہ تعمیر کر دے، تو ایسا ہر گز نہ ہو گا کیونکہ یہ اللہ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت اس نے انسان کو دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے، اسے تصرف کے اختیارات دیے ہیں، طاعت و عصیان کی آزادی بخشی ہے، امتحان کی مہلت عطا کی ہے، اور اس کی سعی کے مطابق حساب کتاب اور جزا اور سزاء دینے کے لیے فیصلہ کا ایک وقت (یوم الحساب) مقرر کر دیا ہے۔

عقل و فکر سے عاری لوگ

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ (انعام۔36)

بات یہ ہے کہ (حق کو) قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں۔ اور جو مر چکے ہیں ان کو تو اللہ (روز قیامت) ہی اٹھائے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

Those who don’t have a listening heart!

Only those who hear will respond ˹to your call˺. As for the dead (those who don’t have a listening heart), Allah will raise them up, then to Him they will be returned (for accountability). (6:36)

‘Those who hear’ refers to those whose have a listening heart, and their consciences are awake, who have not atrophied their intellect and reason, and who have not closed their hearts to the Truth out of irrational prejudice and who are not Islamophobic. In contrast to such people are those who blindly follow the old traditions and can never deviate from the ways they have inherited, even when these ways are plainly at variance with the Truth.

یعنی دعوت حق پر لبیک وہی لوگ کہتے ہیں جو سننے والے بھی ہیں جو نیوٹرل ذہن کے ساتھ آسمانی ہدایت کو سنتے ہیں۔سننے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں، جنہوں نے اپنی عقل و فکر کو معطل نہیں کر دیا ہے، اور جنھوں نے اپنے دل کے دروازوں پر تعصب اور جمود کے قفل نہیں چڑھادیے ہیں۔ ان کے مقابلے میں وہ لوگ جنہوں نے تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے پہلے ہی اپنے قلوب واذہان کو بند کر لیا ہے۔جو لکیر کے فقیر بنے اندھوں کی طرح چلے جارہے ہیں اور اس لکیر سے ہٹ کر کوئی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، خواہ وہ صریح حق ہی کیوں نہ ہو۔ایسے قبول حق سے انکار کرنے والوں کی حیثیت تو ایسی ہے جیسے مردوں کی ہوتی ہے جو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔انہیں تو اللہ بس قبروں ہی سے اٹھائے گا اور پھر وہ (اللہ کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے) واپس لائے جائیں گے۔

معجزات کے عدم اظہار کی حکمت

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (انعام-37)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اِس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ معجزہ اتارے لیکن ان میں سے اکثر لاعلم ہیں۔

They ask, “Why has no ˹other˺ sign been sent down to him from his Lord?” Say, ˹O Prophet˺ “Allah certainly has the power to send down a sign”—though most of them do not know. (6:37)

The word ayah here signifies a tangible miracle. The purpose of the verse is to point out that the reason for not showing a miraculous sign is not God’s powerlessness. The true reason is something else which those people in their immaturity, have failed to comprehend.

شروع اسلام میں منکرین اسلام بطور اعتراض کہا کرتے تھے کہ جو معجزہ ہم طلب کرتے ہیں یہ کیوں نہیں دکھاتے؟ مثلاً عرب کی کل زمین میں چشموں اور آبشاروں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔یعنی ایسا معجزہ، جو ان کو ایمان لانے پر مجبور کر دے، جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے فرشتہ اترے، یا پہاڑ ان پر اٹھا کر بلند کر دیا جائے، جس طرح بنی اسرئیل پر کیا گیا۔ان کو بتایا جارہا ہے کہ

قدرتِ الٰہی سے تو کوئی چیز باہر نہیں لیکن یہ اللہ کی سنّت اور حکمت نہیں کہ معجزے دکھا کر لوگوں کو مسلمان بنائے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً معجزے دکھا سکتا ہے لیکن اس نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ پھر انسانوں کے امتحان کا مسئلہ ختم ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ان کے مطالبے پر اگر کوئی معجزہ دکھلایا جاتا اور پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے تو پھر فوراً انھیں اسی دنیا ہی میں سخت سزا دے دی جاتی یوں گویا اللہ کی اس حکمت میں بھی انہی کا فائدہ ہے۔ قومِ ثمود کی نظیر تمہارے سامنے موجود ہے ہم تو جو چاہیں معجزہ یا نشانی دکھا بھی سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی نازل کر سکتے ہیں۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: لیکن ان میں سے اکثر لاعلم ہیں یعنی جو اللہ کے حکم و مشیت کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتے۔

ہر چیز کا ریکارڈ لوحِ محفوظ میں موجود ہے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔ (انعام-38)

زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں، ہم نے کتاب دفتر (یعنی لوحِ محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر یہ سب اپنے رب کی طرف سمیٹے جاتے ہیں۔

Record of everything is saved in a protected tablet!

All living beings roaming the earth and winged birds soaring in the sky are communities like yourselves. We have left nothing out of the Record. Then to their Lord they will be gathered all together. (6:38)

Allah has created living beings (like animals, birds, and fish) just like He created human beings. He provides for all and is merciful to all. They all belong to communities and have their own systems of living. Each creation is created separately, and they were not evolved from each other. So, the theory of evolution has no place in Islam.

The second part of the verse explains that The Record of everything is preserved in a Protected Tablet (Al-Lawḥ Al-

Maḥfûẓ) in which Allah has written the destiny of His entire creation.

اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ: یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں۔ یعنی انھیں بھی اللہ نے اسی طرح پیدا فرمایا جس طرح تمہیں پیدا کیا، اسی طرح انھیں روزی دیتا ہے جس طرح تمہیں دیتا ہے اور تمہاری ہی طرح وہ بھی اللہ کی مخلوق اور اس کی قدرت و علم کا کرشمہ ہیں۔

بیالوجی کے اصولوں کی روشنی میں بعض مخلوقات اپنی شکل اور خصوصیات سے انسان سے جسمانی، حیاتیاتی اور خصلتی مماثلتیں رکھتی ہیں۔ انہیں مماثلتوں کے باعث انسانی ارتقاء کے باب میں ڈارون اور اس کے ہم نظریہ سائنس دانوں کو یہ مغالطہ لاحق ہوا ہے کہ شاید انسان انہیں جانوروں کی ایک ارتقائی شکل ہے۔ قرآن مجید نے اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ کے الفاظ سے واضح کر دیا ہے کہ جانوروں، پرندوں اور انسانوں میں جسمانی، حیاتیاتی اور خصلتی مماثلتیں ضرور موجود ہیں اور یہ نظامِ تخلیق کی وحدت کی دلیل ہے مگر یہ سب الگ الگ طبقاتِ خلق ہیں۔ یہ درست ہے کہ انسانی حیات کا ظہور ارضی زندگی کے مختلف مراحل وادوار کی تاریخ میں سب سے آخری دور میں ہوا ہے۔ یہ انسان کے اکمل الخلق اور اشرف المخلوقات ہونے کی دلیل ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ : ہم نے کتاب دفتر (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

جمہور مفسرین نے کتاب دفتر (رجسٹر) کا مطلب لوح محفوظ لیا ہے۔ یعنی لوح محفوظ کے رجسٹر میں ہر چیز کا ریکارڈ درج اور محفوظ ہے۔

بعض مفسرین نے کتاب دفتر سے مراد قرآن مجید لیا ہے۔ جس میں اجمالاً یا تفصیلاً دین کے ہر معاملے پر روشنی ڈالی گئی ہے، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ جو ہدایت، رحمت اور فرمانبرداروں کیلئے خوشخبری ہے۔ (نحل:89)۔

مفسرین نے کتاب دفتر کے مندرجہ بالا دو معانی کئے ہیں۔ یہاں اس آیت (انعام:38) میں سیاق وسباق کے لحاظ سے پہلا معنی اقرب ہے۔

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ: پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے۔

اس سے بعض مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ جس طرح تمام انسانوں کو زندہ کر کے ان کا حساب کتاب لیا جائے گا، جانوروں اور دیگر تمام مخلوقات کو بھی زندہ کر کے ان کا حساب کتاب بھی ہو گا۔ اپنی اس رائے کی تائید میں وہ قرآن کی آیت: وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ یعنی جس دن تمام حشرات اکھٹے کئے جائیں گے۔ (تکویر:5)۔ اسی طرح ایک حدیث میں بھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ کسی سینگ والی بکری نے اگر بغیر سینگ والی بکری پر کوئی زیادتی کی ہو گی تو قیامت والے دن سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)۔

بعض محدثین نے درج بالا حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ حدیث مذکورہ جس میں بکری سے بدلہ لیے جانے کا ذکر ہے وہ صرف بطور تمثیل ہے جس سے مقصد قیامت کے حساب و کتاب کی اہمیت و عظمت کو واضح کرنا ہے۔

حقوق خلق کی انتہائی اہمیت

اس آیت سے حقوق خلق کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جانور کسی شریعت اور احکام کے مکلف نہیں، ان کے مکلف صرف انسان اور جن ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو مکلف ہی نہ ہو اس سے جزاء و سزاء کا معاملہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے مفسرین نے فرمایا ہے کہ محشر میں جانوروں کا بدلہ ان کے مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ رب العالمین کے غایت عدل و انصاف کی وجہ سے ہے کہ ایک مخلوق کسی دوسری مخلوق پر کوئی ظلم کرے تو اس کا بدلہ دلوایا جائے گا باقی ان کے کسی اور عمل پر جزاء و سزاء نہ ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بعد حقوق خلق یعنی اللہ کی باقی مخلوق کے حقوق کی بھی ایک خاص اہمیت ہے۔ خلق اللہ کی حق تلفی اور ان پر مظالم کا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ غیر مکلف جانوروں کو بھی اس سے آزاد نہیں کیا گیا، مگر افسوس ہے کہ انسانوں میں سے بہت سے دیندار اور عبادت گزار آدمی بھی حقوق خلق میں غفلت برتتے ہیں۔ جانوروں پر ظلم کو ظلم ہی نہیں سمجھا جاتا۔

بعض مفسرین نے اس آیت میں حشر سے موت مراد لی ہے یعنی تمام مخلوقات کو موت آئے گی اور موت سے کوئی مخلوق بھی مستثنیٰ نہیں۔

بصیرت و بصارت سے عاری لوگ

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕوَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (انعام۔39)

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں۔ اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ (صراط مستقیم) پر چلا دیتا ہے۔

Those who deny Our signs are ˹wilfully˺ deaf and dumb - lost in darkness. Allah leaves whoever He wills to stray and guides whoever He wills to the Straight Way. (6:39)

Many people pass without reflection over the countless signs of God that are scattered all over the world and ignore even those signs which are manifest in human beings as well as in animals. It is little wonder, then, that they derive no lesson from all these signs. There are many who study zoology, botany, biology, geology, astronomy, physiology, anatomy and other branches of natural science. Others study history, archaeology and sociology. During the course of such studies, they come across many signs of God which, if they cared to look at them in the correct perspective, might fill their hearts with faith. But since they commence their study with a bias and are actuated only by the desire to acquire worldly advantages, they fail to discover the signs which could lead them to the Truth. On the contrary, each of those signs of God contributes to pushing them towards atheism, materialism and naturalism. At the same time, the world is not empty of those truly wise ones who view the universe with open eyes. For them even the most ordinary phenomenon of the universe directs them to God.

تعصب اور تنگ نظری کی عینک لگا کر قرآن و سنت کا مطالعہ کرنے والوں سے آیات الٰہی کی تکذیب کی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔ چونکہ وہ منفی پروپیگنڈے کا شکار ہو چکے ہیں اس لئے وہ اپنے کانوں سے حق بات سنتے نہیں اور اپنی زبانوں سے حق بات نہیں بولتے، اس لئے وہ ایسے ہی ہیں جیسے گونگے اور بہرے ہوتے ہیں، علاوہ ازیں یہ کفر اور ضلالت کی تاریکیوں میں بھی گھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے انھیں کوئی چیز نظر نہیں آتی جس سے ان کی اصلاح ہو سکے۔ پس ان کے حواس گویا مسلوب ہو گئے جن سے کسی حال میں وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اے انسان! اگر تم فی الواقع اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنا چاہتے ہو تو آنکھیں کھول کر دیکھو۔ زمین کے جانوروں اور ہوا کے پرندوں کی کسی ایک نوع کو لے کر اس کی زندگی پر غور کرو۔ کس طرح اس کی ساخت ٹھیک ٹھیک اس کے مناسب حال بنائی گئی ہے۔ کس طرح اس کی جبلت میں اس کی فطری ضرورتوں کے عین مطابق قوتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ کس طرح اس کی رزق رسانی کا انتظام ہو رہا ہے۔ کس طرح اس کی ایک تقدیر مقرر ہے جس کے حدود سے وہ نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ کس طرح ان میں سے ایک ایک جاندار کی اسی مقام پر جہاں وہ ہے، خبر گیری، نگرانی، حفاظت اور رہنمائی کی جارہی ہے۔ کس طرح اسے ایک ضابطہ کا پابند بنا کر رکھا گیا ہے اور کس طرح اس کی پیدائش، توالد و تناسل، اور موت کا سلسلہ پوری باقاعدگی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اگر اللہ کی بیشمار نشانیوں میں سے صرف اسی ایک نشانی پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کی توحید اور اس کی صفات کا جو تصور یہ پیغمبر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے اور اس تصور کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جس رویہ کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہے وہ عین حق ہے۔ لیکن تم لوگ نہ خود اپنی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہو نہ کسی سمجھانے والے کی بات سنتے ہو۔ جہالت کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہو اور چاہتے ہو کہ عجائب قدرت کے کرشمے دکھا کر تمہارا دل بہلایا جائے۔

پھر آیت کے اندر فرمایا گیا کہ تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر لگا دے لیکن اس کا یہ فیصلہ یوں ہی نہیں ہو جاتا بلکہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے گمراہ اسی کو کرتا ہے جو خود گمراہی میں پھنسا ہوتا ہے اس سے نکلنے کی وہ سعی کرتا ہے نہ نکلنے کو وہ پسند ہی کرتا ہے۔

توحید: انسانی فطرت کی آواز

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَ تَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (انعام۔40)

ان سے کہو، ذرا غور کر کے بتاؤ، اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آپہنچتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو اگر تم سچے ہو۔

Ask ˹them, O Prophet˺, "Imagine if you were overwhelmed by Allah's torment or the Hour—would you call upon any other than Allah ˹for help˺? ˹Answer me˺ if your claims are true! (6:40)

آیات مذکورہ میں توحید کا اثبات ایک خاص انداز میں کیا گیا ہے کہ پہلے مشرکین مکہ سے سوال کیا گیا کہ اگر تم پر آج کوئی مصیبت آپڑے، مثلاً خدا تعالیٰ کا عذاب اسی دنیا میں تم پر آجائے، یا موت یا قیامت کا ہولناک ہنگامہ برپا ہو جائے، تو اپنے دلوں میں غور کر کے بتلاؤ کہ تم اس وقت اپنی مصیبت کو دور کرنے کے لئے کس کو پکارو گے؟ اور کس سے امید رکھو گے کہ وہ تمہیں عذاب اور مصیبت سے نجات دلائے، کیا یہ پتھر کے خود تراشیدہ بت یا مخلوق میں سے دوسرے لوگ جن کو تم نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے، اس وقت تمہارے کام آئیں گے؟

اَرَءَيْتَكُمْ میں کاف اور میم خطاب کے لیے ہے اس کے معنیٰ اخبرونی (مجھے بتلاؤ یا خبر دو) کے ہیں۔ اس مضمون کو بھی قرآن کریم میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ توحید انسانی فطرت کی آواز ہے۔ انسان ماحول، یا آباؤ اجداد کی مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا رہتا ہے اور غیر اللہ کو اپنا حاجت رروا و مشکل کشا سمجھتا رہتا ہے۔ نذر نیاز بھی انھی کے نام نکالتا ہے لیکن جب کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو پھر سب بھول جاتا ہے اور فطرت ان سب پر غالب آجاتی ہے اور بے اختیار پھر اسی ذات کو پکارتا ہے جس کو پکارنا چاہیئے۔ کاش لوگ اسی فطرت پر قائم رہیں کہ نجات اخروی تو مکمل طور پر اسی صدائے فطرت یعنی توحید کے اختیار کرنے میں ہی ہے۔

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَ تَتْكُمُ السَّاعَةُ: یہ مضمون سابقہ آیات کا خلاصہ ہے، ان میں بطور فرض کے یہ بتلایا گیا کہ تمہارے کفر و شرک اور نافرمانی پر عذاب تم پر اسی دنیا کی زندگی میں آسکتا ہے، اور بالفرض دنیاوی زندگی میں یہ عذاب نہ بھی آیا تو قیامت کا آنا تو یقینی ہے، جہاں انسان کے سب اعمال و افعال کا جائزہ لیا جائے گا، اور جزاء و سزا کے احکام نافذ ہوں گے۔ یہاں قیامت سے مراد متعارف معنیٰ قیامت کے بھی ہو سکتے ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ ساعت سے اس جگہ قیامت صغریٰ مراد ہو جو ہر انسان کی موت پر قائم ہو جاتی ہے جیسا کہ معروف ہے کہ: من مات فقد قامت قیامتہ۔ یعنی جو شخص فوت ہو گیا تو اس کی قیامت تو آج ہی قائم ہو گئی۔ کیونکہ قیامت کے حساب و کتاب کا ابتدائی نمونہ بھی قبر و برزخ میں سامنے آجائے گا اور وہاں کی جزاء و سزاء کے نمونے بھی یہیں سے شروع ہو جائیں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نافرمانی کرنے والوں کو ان آیات میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنی اس نافرمانی کے ساتھ بے فکر ہو کر مت بیٹھو، ہو سکتا ہے کہ اسی دنیا کی زندگی میں تم پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب آجائے، جیسا پچھلی امتوں پر آیا ہے، اور یہ نہ بھی ہو تو پھر موت یا قیامت کے بعد کا حساب تو یقینی ہے۔

آیت مذکورہ میں یہ بھی بتلادیا کہ اللہ رب العالمین کسی قوم پر عذاب عام دفعۃً یا اچانک نہیں بھیجتے بلکہ بطور تنبیہ کے تھوڑی تھوڑی سزائیں نازل فرماتے ہیں، جن کے ذریعہ سعید و نیک بخت لوگ اپنی غفلت سے باز آکر صحیح راستہ پر لگ سکیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو تکلیف اور مصیبت دنیا میں بطور سزا کے دی جاتی ہے اس کی صورت اگرچہ سزاء کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ سزا نہیں ہوتی، بلکہ غفلت سے چونکانے اور بیدار کرنے کے لئے ایک وارننگ اور تنبیہ ہوتی ہے، جو عین تقاضائے رحمت ہے۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ یعنی ہم ان کو عذاب اکبر چکھانے سے پہلے ایک عذاب ادنیٰ چکھاتے ہیں تاکہ وہ اب بھی حقیقت کو سمجھ کر اپنے غلط راستہ سے باز آجائیں۔

اس تفسیر سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ یہ دنیا تو دار الجزاء نہیں بلکہ دار العمل ہے، یہاں تو نیک و بد اور خیر و شر ایک ہی پلڑے میں تولے جاتے ہیں، بلکہ بدکار نیکوکاروں سے اچھے رہتے ہیں کیونکہ اصل جزاء و سزاء تو اسی روز قیامت ہو گی، جس کا نام ہی یوم الدین یعنی روز جزاء ہے، لیکن کچھ تکلیفیں بطور نمونہ عذاب کے، اور کچھ راحتیں بطور نمونہ ثواب کے اس دنیا میں بمقتضائے رحمت بھیج دی جاتی ہیں اور بعض علماء نے تو یہ فرمایا ہے کہ دنیا کی ساری لذتیں اور راحتیں ہیں صرف ایک نمونہ یا سیمپل ہیں تاکہ انسان کو ان کی طرف رغبت پیدا ہو، اور جتنی تکالیف، پریشانیاں، رنج و غم اس دنیا میں ہیں وہ بھی سب کے سب نمونہ ہیں آخرت کے عذاب کا تاکہ انسان کو ان سے بچنے کا اہتمام پیدا ہو، ورنہ بغیر کسی نمونہ اور مثال کے نہ کسی چیز کی طرف کسی کو رغبت دلائی جاسکتی ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا کی راحت و کلفت درحقیقت سزاء و جزاء کے نمونے ہیں، اور یہ پوری دنیا آخرت کا شوروم ہے جس میں تاجر اپنے مال کے نمونے دکھانے کے لئے دکان کے سامنے لگاتا ہے، کہ ان کو دیکھ کر خریدار کو رغبت پیدا ہو، معلوم ہوا کہ دنیا کا رنج و راحت درحقیقت سزاء و جزاء نہیں بلکہ خالق سے کٹی ہوئی مخلوق کا رشتہ پھر اپنے خالق سے جوڑنے کی ایک تدبیر ہے۔ خود آیت مذکورہ کے آخر میں بھی اس حکمت کا ذکر لعلھم یتضرعون کے جملہ میں فرمادیا گیا۔ یعنی ہم نے ان پر جو محنت و مصیبت دنیا میں ڈالی اس کا منشاء اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو تکلیف و مصیبت بطور عذاب کے بھی کسی پر آتی ہے وہ بھی ایک لحاظ سے اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ اسی مضمون کی تشریح ایک حدیث مبارکہ کے اندر بھی بیان کی گئی:

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کسی گنہگار شخص کو اس کی گناہ گاری کے باوجود اللہ کی نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں تو اسے استدراج سمجھنا یعنی وہ ایک مہلت ہے، پھر حضور نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

حدیث: امام تفسیر ابن جریرؒ نے بروایت عبادہ ابن صامتؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور بڑھانا چاہتے ہیں تو وہ اوصاف ان میں پیدا کر دیتے ہیں، ایک ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی، دوسرے عفت یعنی خلاف حق چیزوں کے استعمال سے پرہیز، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک و برباد کرنا چاہتے ہیں تو ان میں خیانت اور بددیانتی آجاتی ہے۔

مصیبت کے وقت کس کو پکارتے ہو

بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ۔ (انعام-41)

بلکہ (مصیبت کے وقت) اسی اللہ کو پکارتے ہو پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے جس کے لیے اسے پکارتے ہو اور جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو انہیں بھول جاتے ہو۔

! He is the only One you would call. And if He willed, He could remove the affliction that made you invoke Him. Only then will you forget whatever you associate with Him ⌜in worship⌝. (6:41)

Attention is now drawn towards another sign – one observable even in the lives of those who deny the Truth. When some great calamity befalls a person, it is only God that he turns for refuge. On such occasions even the staunchest polytheists forget their false gods and cry out to the One True God, and even the atheists stretch out their hands in prayer to Him. This phenomenon is mentioned here in order to draw an instructive lesson. It shows that devotion to God and monotheism are ingrained in the human soul. No matter how overlaid this truth might be, some day it shakes off man's heedlessness and ignorance and manifests itself fully.

It was the observation of this sign which had led 'Ikrimah, the son of Abu Jahl, to the true faith. For when Makka was conquered at the hands of the Prophet (peace be on him), 'Ikrimah fled to Jeddah and sailed from there towards

Abyssinia. During the voyage the boat ran into a severe storm which threatened to capsize it. At first people began calling on their gods and goddesses. Later on, when the storm grew even worse and the passengers were sure that the boat would sink, they began to feel it was time to call on God alone, for He alone could save them. This opened the eyes of ‘Ikrimah, whose heart cried out to him that if there was no real helper for them in that situation, how could there he one elsewhere? He also recalled that this was precisely what the Prophet (peace be on him) had constantly told people, and that it was precisely because of this preaching that they had been engaged in unnecessary violent conflict with him. This was a turning-point in ‘Ikrimah’s life. He instantly made up his mind that if he survived the storm he would go straight to the Prophet Muhammad (peace be on him) and accept Islam. Thereafter he not only remained true to his word by becoming a Muslim but spent the rest of his life practicing and preaching this true religion - Islam.

گزشتہ آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ تم ایک نشانی کا مطالبہ کرتے ہو اور حال یہ ہے کہ تمہارے گردوپیش ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلے مثال کے طور پر روئے زمین پر زندگی کے مشاہدہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اس کے بعد اب ایک دوسری نشانی کی طرف اشارہ فرمایا جارہا ہے جو خود منکرین حق کے اپنے نفس میں موجود ہے۔ جب انسان پر کوئی آفت آجاتی ہے، یا موت اپنی بھیانک صورت کے ساتھ سامنے آکھڑی ہوتی ہے، اس وقت ایک خدا کے دامن کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ اسے نظر نہیں آتی۔ بڑے بڑے مشرک ایسے موقع پر اپنے معبودوں کو بھول کر خدائے واحد کو پکارنے لگتے ہیں۔ شدت پسند دہریہ تک خدا کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے۔ اسی نشانی کو یہاں حق نمائی کے لیے پیش کیا جارہا ہے، کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا پرستی اور توحید کی شہادت ہر انسان کے نفس میں موجود ہے جس پر غفلت وجہالت کے خواہ کتنے ہی پردے ڈال دیے گئے ہوں، مگر پھر بھی کبھی نہ کبھی وہ ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔

ابو جہل کے بیٹے عِکرِمہ کو اسی نشانی کے مشاہدے سے ایمان کی توفیق نصیب ہوئی۔ جب مکہ معظمہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا تو عِکرِمہ جدہ کی طرف بھاگے اور ایک کشتی پر سوار ہو کر حبش کی راہ لی۔ راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی خطرہ

میں پڑ گئی۔ اول اول تو دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا جاتا رہا۔ مگر جب طوفان کی شدت بڑھی اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی تو سب کہنے لگے کہ یہ وقت اللہ کے سوا کسی کو پکارنے کا نہیں ہے، وہی چاہے تو ہم بچ سکتے ہیں۔ اس وقت عُکِرمہ کی آنکھیں کھلیں اور ان کے دل نے آواز دی کہ اگر یہاں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کہیں اور کیوں ہو۔ یہی تو وہ بات ہے جو اللہ کا وہ نیک بندہ ہمیں بیس برس سے سمجھا رہا ہے اور ہم خواہ مخواہ اس سے لڑ رہے ہیں۔ یہ عُکِرمہ کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ تھا۔ انہوں نے اسی وقت خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس طوفان سے بچ گیا تو سیدھا محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا یعنی دین اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اور مسلمان ہو گئے۔

جس وقت عکرمہ بن ابو جہل مسلمان ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ آج کے بعد ہم سے کوئی شخص ابو جہل کو برا بھلا نہیں کہے گا تاکہ عکرمہ کی دل آزاری نہ ہو کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور یہ پھر بھی یہ میرے والد کا برا تذکرہ کرتے ہیں۔

گیارہواں رکوع: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔۔۔ (انعام۔42)

رکوع کے تفسیری موضوعات

قوموں کی آزمائش: فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ۔ قوموں کے اخلاق و کردار کی پستی، خواب غفلت، بداعمالیوں پر تاویلات، تذکیر الٰہی سے غفلت کا انجام: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔ ظلم اور ناشکری کی سزاء، اللہ کی انمول نعمتیں: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ۔ رسالت کی حقیقت اور نبوّت کا مزاج، اللہ کی نافرمانی کی سزاء، غور و فکر کی دعوت: اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔

قوموں کی آزمائش

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۔ (انعام۔42)

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو (نافرمانی کے باعث) تنگ دستی اور تکلیف میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جھک جائیں۔

Indeed, We have sent messengers before you ˹O Prophet˺ to other people who We put through suffering and adversity ˹for their denial˺, so perhaps they would be humbled. (6:42)

قوموں کے اخلاق و کردار کی پستی، خوابِ غفلت، بداعمالیوں پر تاویلات

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔43)

پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی؟ مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کو اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب کر رہے ہو۔

Why did they not humble themselves when We made them suffer? Instead, their hearts were hardened, and Satan made their misdeeds appealing to them. (6:43)

قومیں جب اخلاق و کردار کی پستی میں مبتلا ہو کر اپنے دلوں کو زنگ آلود کر لیتی ہیں تو اس وقت اللہ کے عذاب انھیں خواب غفلت سے بیدار کرنے اور جھنجھوڑنے میں ناکام رہتے ہیں۔ پھر ان کے ہاتھ طلب مغفرت کے لئے اللہ کے سامنے نہیں اٹھتے ہیں دل اس کی بارگاہ میں نہیں جھکتے اور ان کے رخ اصلاح کی طرف نہیں مڑتے بلکہ اپنی بداعمالیوں پر تاویلات اور توجیہات کے حسین غلاف چڑھا کر اپنے دل کو مطمئن کر لیتی ہیں۔ اس آیت میں ایسی ہی قوموں کا وہ کردار بیان کیا گیا ہے جسے شیطان نے ان کے لئے خوبصورت اور مزیّن بنا دیا ہے۔

تذکیرِ الٰہی سے غفلت کا انجام

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ (انعام۔44)

پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان سے کی گئی تھی تو ہم نے تو ہم نے امتحان کے طور پر ان کے لئے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ ان نعمتوں میں مگن ہو گئے جو انہیں عطا کی گئی تھیں اور ان پر تکبر کرنے لگے تو ہم نے انہیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا۔

So, when they had forgotten the warning, they had received, We showered them with everything they desired. But just as they became prideful of what they were given, We seized them by surprise, then they instantly fell into despair! (6:44)

ظلم اور ناشکری کی سزاء

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (انعام۔45)

اس طرح ان لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور تعریف (حمد و ثناء) تو اللہ رب العالمین کیلیئے ہی ہے۔

So, the wrongdoers were utterly uprooted. And all praise is for Allah—Lord of all worlds. (6:45)

اس آیت میں خدا فراموش قوموں کے انجام کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ ہم بعض دفعہ وقتی طور پر بعض قوموں پر دنیا کی آسائشوں اور فراوانیوں کے دروازے کھول دیتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ دنیاوی عیش و عشرت میں خوب مگن ہو جاتی ہیں اور اپنی مادی خوش حالی و ترقی پر اترانے لگ جاتی ہیں اور تکبّر میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو پھر ہم اچانک انھیں اپنے مواخذے کی گرفت میں لے لیتے ہیں اور زوال اور تباہی ان کا مقدر بن جاتا ہے۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نافرمانیوں کے باوجود کسی کو اس کی خواہشات کے مطابق دنیا دے رہا ہے تو یہ استدراج (ڈھیل یا مہلت دینا) ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

قرآن کریم کی آیت اور حدیث نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ترقی اور خوشحالی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ جس فرد یا قوم کو یہ حاصل ہو تو وہ ضرور اللہ کی چہیتی قوم بھی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہے۔۔ بعض قوموں یا افراد کی دنیاوی خوش حالی ابتلا اور مہلت کے طور پر ہوتی ہے نہ کہ یہ ان کی سرکشی و معاصی کا صلہ ہے۔

البتہ بعض دفعہ دنیاوی نعمتیں بطور انعام بھی مل سکتی ہیں جن پر ایسی قوموں یا افراد کو اللہ تعالیٰ جو کہ ان کا منعم حقیقی ہے اس کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا گیا: اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔ اللہ کی زمین کے حقیقی وارث (اور اللہ کی نعمتوں کے صحیح حقدار) اللہ کے نیک بندے ہیں۔ (انبیاء:105)

اللہ کی انمول نعمتیں

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ۔ (انعام۔46)

ان سے کہہ دو کہ دیکھو! اگر اللہ تمہاری سماعت اور بصارت واپس لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کوئی ایسا رب ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے، دیکھ کہ ہم کیونکر طرح طرح کی نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ منہ موڑتے ہیں۔

Unique Blessings of Allah

Ask ˹them, O Prophet˺, Imagine if Allah were to take away your hearing or sight, or seal your hearts—who else other than Allah could restore it? See ˹O Prophet˺ how We vary the signs, yet they still turn away. (6:46)

....and set a seal upon your hearts" means" ...deprive you of the powers of thinking and understanding.

آنکھیں کان اور دل، یہ انسان کے نہایت اہم اعضا اور اللہ تعالیٰ کی انمول نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کی وہ خصوصیات سلب کر لے، جو اللہ نے ان کے اندر رکھی ہیں یعنی سننے دیکھنے اور سمجھنے کی خصوصیات۔ یہاں دلوں پر مہر کرنے سے مراد سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں سلب کر لینا ہے یا ان سے استفادہ نہ کر سکنا ہے۔

آیت مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ ان مخالفین اسلام سے پوچھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے جیسے کہ اس نے تمہیں دیئے ہیں جیسے فرمان ہے: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ یعنی اللہ خالق کل وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں سننے کو کان اور دیکھنے کو آنکھیں دیں۔۔۔(مومنون:78)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چھین لینے سے مراد دینی نفع نہ پہنچانا ہو۔ اس کی دلیل اس کے بعد کا جملہ دل پر مہر لگا دینا ہے، جیسے فرمان ہے: اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ کون ہے جو کان کا اور آنکھوں کا مالک ہے؟۔۔۔(یونس:31)۔ اور فرمان ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔۔۔(انفال:24)۔ یہاں ان سے سوال ہوتا ہے کہ بتلاؤ تو کہ اللہ کے سوا اور کوئی ان نعمتوں کے واپس دلانے پر قدرت رکھتا ہے؟ یعنی کوئی نہیں رکھتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کو کوئی ٹال نہیں سکتا

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (انعام۔47)

کہو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ کی طرف سے اچانک یا علانیہ تم پر عذاب آجائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک و برباد ہو گا؟

Say, “Have you considered: if the punishment of Allah should come to you unexpectedly or manifestly, (with or without warning), would anyone but the wrongdoers be destroyed?’ (6:47)

بَغْتَةً سے مراد بے خبری میں رات کے وقت عذاب کا آنا اور جَهْرَةً سے مراد دن کے وقت علانیہ عذاب یا سزاء مراد ہے جسے سورہ یونس میں بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی دن کو عذاب آجائے یا رات کو یا پھر بَغْتَةً وہ عذاب ہے جو اچانک بغیر تمہید اور مقدمات کے آجائے اور جَهْرَةً وہ عذاب ہے جو تمہید اور مقدمات کے بعد آئے۔ یہ عذاب جو قوموں کی ہلاکت کے لئے آتا ہے۔ ان ہی پر آتا ہے جو ظالم ہوتی ہیں یعنی کفر و طغیان اور معصیت الٰہی میں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں۔

رسالت کی حقیقت اور نبوّت کا مزاج

ایمان اور اصلاح

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (انعام۔48)

ہم جو رسول بھیجتے ہیں اسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ وہ نیک کردار لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والے اور بد کرداروں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔ پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لے تو نہ ان کے لئے کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ الانعام۔48

We send messengers only to give good news and to warn, so for those who believe and do good deeds (mend their ways), there will be no fear, nor will they grieve. (6:48)

ان آیات میں حقیقت رسالت اور مزاج نبوت کو بیان کیا جارہا ہے۔ مشرکین عرب کو یہ سمجھایا جارہا ہے کہ رسالت کی حقیقت کیا ہوتی ہے اور رسول کا مزاج کیا ہوتا ہے اور یہ حقیقت ان کو سمجھانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہ لوگ رسول اکرم ﷺ سے خارق عادت معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔ سابقہ آیات میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہاں رسالت کے بارے میں ان کے جو جاہلانہ تصورات تھے ان کی مزید درستگی اور اصلاح کی جارہی ہے۔ نبوت و رسالت کے بارے میں غلط تصورات کی وجہ سے یہ لوگ خرافات اور قصے کہانیوں کی دنیا میں داخل ہو کر گمراہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے نبوت اور رسالت کو سحر اور جادوگری سے ملا دیا تھا۔ وحی کو وہ جنون سے بھی تعبیر کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ ہوتا تھا کہ رسول کو وہ کام کرنے چاہئیں جو جنات کے عامل اور جادوگر کیا کرتے ہیں۔ جب اسلامی نظریہ حیات آیا تو اس نے باطل عقائد پر تنقید کی اور اس کی جگہ صحیح تصورات دیئے۔ یوں ایک نبی کی سچی تصویر سامنے آئی اور نبوت کا واضح تصور دنیا نے پایا اور تمام خرافات اور قصے کہانیوں اور وہمی دیومالائی تصورات سے انسان نے نجات پائی جو اس وقت دنیا پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے۔ مشرکین کے ہاں رائج تصورات وہ تھے جو ان کے قرب و جوار میں بعض اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے اندر بالعموم پائے جاتے تھے۔ اگرچہ ان کے باہمی نظریات میں اختلاف تھا لیکن حقیقت نبوت کو بگاڑنا ان سب میں قدر مشترک تھی۔ ان آیات میں نبوت و رسالت کا صحیح تصور پیش کر کے تمام عقائد باطلہ اور غلط نظریات کی نفی کر کے اصلاح کی گئی۔

اللہ کی نافرمانی کی سزا

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ (انعام۔49)

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہیں عذاب چھو کر رہے گا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

But those who deny Our signs will be afflicted with punishment for their rebelliousness. (6:49)

یعنی اللہ کے نافرمانوں کو عذاب اس لئے پہنچے گا کہ انہوں نے تکفیر اور تکذیب کاراستہ اختیار کیا، اللہ کی اطاعت اور اس کے اوامر کی پرواہ نہیں کی اور اس کی حرمتوں کو پامال کیا۔

غور و فکر کی دعوت

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔ (انعام-50)

اے محمدؐ! ان سے کہو، "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدائی خزانے ہیں، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ پھر ان سے پوچھو کیا اندھا اور بینا (یعنی بصیرت رکھنے والا اور بصیرت سے عاری) دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟

Say, ˹O Prophet˺ "I do not say to you that I possess Allah's treasuries or know the unseen, nor do I claim to be an angel. I only follow what is revealed to me." Say, "Are those blind ˹to the truth˺ equal to those who can see? Will you not then reflect?" (6:50)

Some people have a misconception that a Prophet cannot be a normal human being. They expect that a Prophet should have miraculous access to all relevant facts about people. At his command, the earth should begin to throw up all its hidden treasures. He should be able to point out the locations of things which have been lost and show how they can be retrieved. Moreover, he should be above all human disabilities and limitations. He should not feel hunger or thirst. He should not sleep. He should not have a wife and children. How should not engage in buying and selling to meet his material requirements.

The above verse was revealed to remove such misconceptions. The statement of a Prophet in such matters is a testimony about the real personality of the Prophet. This verse also explains that the source of

knowledge for a Prophet is only revelation (Divine Guidance).

عموماً عام لوگوں کے ذہن میں ہمیشہ سے یہ تصوّر رہا ہے کہ جو شخص خدا رسیدہ ہو اسے دنیا سے لاتعلق ہونا چاہئے۔ اسے انسانیت سے ماوراء ہونا چاہیے، اس سے عجائب و غرائب صادر ہونے چاہئیں، وہ ایک اشارہ کرے اور پہاڑ سونے کا بن جائے، وہ حکم دے اور زمین سے خزانے ابلنے لگیں، اس پر لوگوں کے اگلے پچھلے سب حالات روشن ہوں، وہ بتادے کہ گم شدہ چیز کہاں رکھی ہے، مریض بچ جائے گا یا نہیں۔ پھر اس کو انسانی کمزوریوں اور محدودیتوں سے بھی بالاتر ہونا چاہیے۔ بھلا وہ بھی کوئی خدا رسیدہ ہوا جسے بھوک اور پیاس لگے، جس کو نیند آئے، جو بیوی بچے رکھتا ہو اور فیملی لائف گذارے، جو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے شاپنگ اور لین دین کرتا پھرے۔ جسے کبھی قرض لینے کی ضرورت پیش آئے اور کبھی وہ مفلسی و تنگ دستی میں مبتلا ہو کر پریشان حال رہے۔ اسی قسم کے تصورات نبی اکرمؐ کے معاصرین کے ذہنوں میں بھی موجود تھے۔ وہ جب آپؐ سے پیغمبری کا دعویٰ سنتے تھے تو آپؐ کی صداقت جانچنے کے لیے آپؐ سے غیب کی خبریں پوچھتے تھے، خوارق عادت کا مطالبہ کرتے تھے، اور آپ کو بالکل عام انسانوں جیسا ایک انسان دیکھ کر اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسا پیغمبر ہے جو کھاتا پیتا ہے، بیوی بچے رکھتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ انہی باتوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو غیب کی بے شمار چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا، بلکہ تمام فرشتوں اور اولین و آخرین کو جتنا علم دیا گیا ہے ان سب سے زیادہ حضورؐ کو علم عطا فرمایا گیا۔ کمالات علمی میں بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد تمام فرشتوں اور انبیاء و رسل سے آپ کا علم بڑھا ہوا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں، برابری کا دعویٰ کرنا غلو کا راستہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سرور کائنات سید الرسل امام الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کے کمالات کے بارے میں بڑا جامع جملہ یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ یہی پوری امت کا عقیدہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن و سنت کی بیشمار تصریحات کے مطابق تمام ائمہ سلف و خلف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم محیط صرف اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔ جس طرح اس کے خالق و رازق، قادر مطلق ہونے میں کوئی فرشتہ یا رسول اس کے برابر نہیں ہو سکتا، اسی طرح اس کے علم محیط میں بھی کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔

بارہواں رکوع: وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ۔۔۔ (انعام-51)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اسلام کا نظریہ دعوت و تبلیغ، اعلیٰ اخلاقی اقدار، قرآن کے ذریعے تذکیر فرمایئے: وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ۔ عزت وذلت کا اسلامی معیار، کسی کی غربت کی وجہ سے اس کی حق تلفی نہ کرو: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ نخوت وجاہلیت کا ازالہ، اسلام میں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں، سابقون الاوّلون کا مقام ومرتبہ، اللہ اپنے شکر گذار بندوں کو جانتا ہے، رحمت وتوبہ کا دروازہ کھلا ہے: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ سچی توبہ کے بعد اللہ پچھلے گناہ معاف فرمادیتے ہیں: ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تکمیل توبہ کی شرائط، غلطیوں کی تلافی، مجرمین کا راستہ: سبیل المجرمین سے کیا مراد ہے؟ خیر وشر کی وضاحت ضروری ہے۔

اسلام کا نظریہ دعوت وتبلیغ

اگلی آیات میں اسلام کے مساویانہ نظریہ دعوت دین کو پیش کیا گیا جس میں اس دنیا کے عارضی کروفر کو کوئی وقعت نہیں دی گئی۔ اس نظریہ میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو پیش نظر رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپؐ اس دعوت کو صاف اور ستھرے انداز میں بغیر کسی بناوٹ کے اصل شکل میں پیش فرمادیں اور اس دعوت کے عوض میں لوگوں کو کسی دنیاوی غرض کا لالچ نہ دیں۔ یہ حکم بھی دیا گیا کہ آپ صرف ان لوگوں ہی کو پیش نظر رکھیں جو اس دعوت سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے ہیں نہ آپ اس سے نفع لینا چاہتے ہیں۔ اور اپنے ارد گرد ان لوگوں کو جمع کریں جو اس دعوت کو قبول کرتے ہیں اور مخلص ہیں۔ جو لوگ دل وجان سے اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور صرف رضائے الٰہی کے لئے کام کرنے والے ہیں۔ آپؐ کو حکم دیا گیا کہ آپ جاہلی معاشرے کے رسوم ورواج اور جاہلی اقدار کو دعوت وتبلیغ دین میں کوئی وزن نہ دیں اور نہ دنیاوی معیار یا دنیاوی علامت کو اہمیت دیں۔

قرآن کے ذریعے تذکیر فرمایئے

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (انعام۔51)

اور آپ اس (قرآن) کے ذریعے ان لوگوں کو ڈر سنایئے جو اپنے رب کے پاس اس حال میں جمع کئے جانے سے خوف زدہ ہیں کہ ان کے لئے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ (کوئی) سفارشی، تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔

Remind them with Qur'an!

And warn by the Qur'an those who fear that they will be gathered before their Lord – for them besides Him will be no protector and no intercessor – that they might become righteous. (6:51)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ان واضح آیات کے بعد بھی اگر یہ لوگ (مخاطبین دعوت دین) اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو ان سے بحث ومباحثہ کو موقوف کر دیجئے اور جو اصلی کام ہے رسالت کا یعنی دعوت و تبلیغ اس میں مشغول ہو جایئے اور تبلیغ وانذار کا رخ ان لوگوں کی طرف پھیر دیجئے، جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ جیسے مسلمان یا وہ جو کم از کم آخرت کے منکر نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قیامت کے متعلق تین طرح کے لوگ ہیں: ایک وہ جو یقینی طور پر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ جو متردد ہیں، تیسرے وہ جو بالکل منکر ہیں۔ اگرچہ انبیاء کرامؑ کو دعوت و تبلیغ کا حکم ان تینوں طبقوں کے لئے عام ہے، جیسا کہ بہت سے ارشادات قرآنی سے واضح ہے، لیکن پہلے دو طبقوں میں چونکہ اثر قبول کرنے کی توقع زیادہ ہے، اس لئے اس آیت میں خاص طور پر ان کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت فرمائی گئی:۔ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ۔ یعنی انذار کا فائدہ ایسے ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جو قرآن کی تذکیر کو سنیں ورنہ جو بعث بعد الموت حشر نشر پر یقین ہی نہیں رکھتے وہ اپنے انکار و جحود پر ہی قائم رہتے ہیں، جو دنیا کی زندگی میں ایسے مدہوش ہیں کہ انہیں نہ موت کی فکر یعنی فکر آخرت ہے نہ یہ خیال ہے کہ کبھی ہمیں اپنے رب کو بھی منہ دکھانا ہے، ان پر تو اس نصیحت کا اثر نہیں ہو گا۔ اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی اس کا کچھ اثر نہ ہو گا جو اس بے بنیاد بھروسے پر جی رہے ہیں کہ دنیا میں ہم جو چاہیں کر گزریں، آخرت میں ہمیں کچھ نہیں کہا جائے گا کیونکہ ہم فلاں کے دامن گیر ہیں، یا فلاں ہماری سفارش کر دے گا، یا فلاں ہمارے لیے کفارہ بن چکا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو چھوڑ کر تم اپنا روئے سخن ان لوگوں کی طرف رکھو جو اللہ کے سامنے حاضری اور یوم الحساب سے ڈرتے ہیں۔

عزت وذلت کا اسلامی معیار

کسی کی غربت کی وجہ سے اس کی حق تلفی کرو، نہ اس کو حقیر سمجھو

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (انعام۔52)

اور آپ ان (نیک دل) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں، ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے۔ اگر آپ انہیں اپنے سے دور کر دیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایانِ شان نہیں)۔

˹O Prophet˺ Do not dismiss those ˹poor pious people˺ who invoke their Lord morning and evening, seeking His pleasure. You are not accountable for them whatsoever, nor are they accountable for you. So do not dismiss them, or you will be one of the wrongdoers. (6:52)

آیت کا مرکزی مضمون:

نخوت و جاہلیت کا ازالہ اور عزت و ذلت کا اسلامی معیار، اسلام میں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں

ہر زمانہ میں حیات دنیا میں مگن لوگوں نے مالدار کو معزز و شریف اور غریب و فقیر کو بے عزت و رذیل قرار دیا۔

حضرت نوحؑ کی قوم نے ایمان لانے والے غریب لوگوں کو اسی معیار سے رذیل کہہ کر یہ اعتراض کیا تھا کہ ہم ان رذیل لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی پیغام سنائیں تو ان غریب و غرباء کو اپنے پاس سے نکال دیجئے: قالو انؤمن لک واتبعک الارذلون۔ یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ پر ایسی حالت میں ایمان لے آئیں جبکہ آپ کے متبعین رذیل قسم کے لوگ ہیں۔ حضرت نوحؑ نے ان کے اس دل خراش کلام کا جواب مخصوص پیغمبرانہ انداز میں یہ دیا کہ: وما علمی بما کانو یعملون، ان حسابھم الا علی ربی لوتشعرون۔ یعنی میں ان کے اعمال سے پوری طرح واقف نہیں کہ یہ فیصلہ کر سکوں کہ وہ رذیل ہیں یا شریف و معزز، بلکہ ہر شخص کے عمل کی حقیقت اور اس کا حساب میرے رب ہی کو معلوم ہے، جو دلوں کے بھید سے باخبر ہے۔

ابتداء اسلام میں اکثر غریب، نادار قسم کے لوگ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے یہی چیز ابتدائی دور کے منکرین اسلام کی آزمائش کا ذریعہ بن گئی۔ ان میں مغرور اور متکبر مزاج لوگ ان غریب مسلمانوں کا مذاق بھی اڑاتے اور جن پر ان کا بس

چلتا انھیں ایذاء و تشدد سے بھی دوچار کرتے اور کہتے کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا؟ مقصد ان کا یہ تھا کہ ایمان اور اسلام اگر واقعی اللہ کا احسان ہوتا تو سب سے پہلے ہم پر ہوتا جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا: لو کان خیر ما سبقونا الیہ۔(الاحقاف)۔ اگر یہ (دین اسلام) بہتر چیز ہوتی تو اس کے قبول کرنے میں یہ ہم سے سبقت نہ کرتے یعنی ان غربا کے مقابلے میں ہم پہلے مسلمان ہوتے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ آپ آغاز دعوت ان لوگوں سے کریں جن پر اللہ نے فضل فرمایا' سب سے پہلے انہیں نعمت ایمان سے نوازا' ان کو سابقون الاولون کی فضیلت دی گئی۔ حکم دیا جاتا ہے کہ آپ سب سے پہلے انہیں سلام کریں اور اس کے بعد انہیں خوشخبری دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر ان کے لئے رحمت فرض کرلی ہے اور اگر ان میں سے کسی سے دور جاہلیت میں کوئی غلطی صادر ہوئی ہے تو وہ معاف ہے بشرطیکہ وہ توبہ کرے اور اصلاح کرلے۔

حضور اکرم ﷺ کو ہدایت کی جارہی ہے کہ یہ بے سہارا اور غریب اہل ایمان، جو بڑے اخلاص سے رات دن اپنے رب کو پکارتے ہیں یعنی اس کی عبادت کرتے ہیں، آپ مخالفین کے اس طعن یا مطالبہ سے کہ اے محمدؐ! تمہارے ارد گرد تو غربا و فقراء کا ہی ہجوم رہتا ہے ذرا انھیں ہٹاؤ تو ہم بھی تمہارے پاس بیٹھیں، ان غربا کو اپنے سے دور نہ کرنا، بالخصوص جب کہ آپ کا کوئی احسان ان کے متعلق نہیں اور اگر ایسا کریں گے تو یہ حق تلفی ہوگی جو آپ کی شایان شان نہیں۔

اس آیت کا مقصد امّت کو درس دینا اور سمجھانا ہے کہ بے وسائل لوگوں کو حقیر سمجھنا یا ان کی صحبت سے گریز کرنا اور رابطہ نہ رکھنا، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ اہل ایمان کی محبت کا معیار مال و دولت اور حسب و نسب نہیں ہوتا بلکہ ان کی محبت کا معیار ایمانی اخوت ہوتا ہے۔ وہ اپنے دینی بھائیوں سے محبت رکھتے ہیں چاہے وہ غریب اور مسکین ہی کیوں نہ ہوں۔

جس وقت بھی انبیاء (علیہم السلام) کی ہدایات اور تعلیمات اور عقیدہ آخرت سے غفلت پیدا ہوئی تو اس کا منفی نتیجہ یہ سامنے آگیا، کہ عزت وذلت کا معیار صرف روٹی اور پیٹ رہ گیا، جو اس میں کامیاب ہے وہ شریف و معزز کہلاتا ہے، جو اس میں ناکام یا ادھورا ہے وہ غریب، بے عزت، رذیل و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔

آیات مذکورہ سے حاصل ہونے والے سبق اور احکام

1۔ اول یہ کہ کسی کے پھٹے کپڑے یا ظاہری خستہ حالی دیکھ کر اس کو حقیر و ذلیل سمجھنے کا کسی کو حق نہیں، بسا اوقات ایسے لباس میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے نزدیک نہایت معزز و مقبول ہوتے ہیں۔

حدیث: ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے شکستہ حال، غبار آلود لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے مقبول ہیں۔ اگر کسی کام کے لئے قسم کھا بیٹھیں کہ ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا فرماتے ہیں۔

2۔ **دوسرے** یہ کہ شرافت ورذالت کا معیار محض دنیا کی دولت وثروت کو سمجھنا **انسانیت کی توہین** ہے، اس کا اصل مدار اخلاق و اعمال صالحہ پر ہے۔

3۔ **تیسرے** یہ کہ کسی قوم کے مصلح اور مبلغ کے لئے اگرچہ **تبلیغ عام** بھی ضروری ہے جس میں موافق مخالف، ماننے والے اور نہ ماننے والے سب مخاطب ہوں۔ لیکن ان لوگوں کا حق **مقدم** ہے جو اس کی تعلیمات کو اپنا کر اس پر چل رہے ہوں، دوسروں کی خاطر ان کو مؤخر کرنا یا نظر انداز کرنا جائز نہیں، مثلاً غیر مسلموں کی تبلیغ کے لئے ناواقف مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح کو مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔

4۔ **چوتھے** یہ کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات بقدر شکر گزاری بڑھتے ہیں جو شخص انعامات الٰہیہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسانات کو بڑھانا چاہتا ہے، اس پر لازم ہے کہ اپنے قول و عمل سے **شکر گزاری** کو اپنا شعار بنالے۔

اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو جانتا ہے

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۤءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ۔ (انعام۔53)

اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ وہ اِنہیں دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل و کرم ہوا ہے؟ ہاں! کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو اِن سے زیادہ نہیں جانتا ہے؟

In this way We have tested some by means of others, so those ˹who disbelieve˺ may say, "Has Allah favoured these ˹poor believers˺ out of all of us?" Does Allah not best recognize the grateful? (6:53)

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ نعمت ایمان کا تعلق ان **حقیر اقدار** سے نہیں ہے جو اس عارضی دنیا میں اہمیت رکھتی ہیں مثلاً مال و دولت، حسب و نسب وغیرہ۔ ایمان کی دولت اللہ ان لوگوں کو نصیب کرتا ہے جن کے بارے میں اللہ کو علم ہے کہ وہ شکر بجا

لائیں گے' اگرچہ وہ غلام' ضعیف اور نادار ہوں کیونکہ اللہ کے ترازو میں دنیا کی دولت اور مال کا کوئی وزن نہیں ہے۔ انہیں صرف دنیادار اور مفاد پرست لوگ ہی اہمیت دیتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک ان میں کوئی وزن نہیں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے سوشل سٹیٹس، ظاہری چمک دمک، ٹھاٹھ باٹھ اور رئیسانہ کروفر وغیرہ نہیں دیکھتا، وہ تو دلوں کی کیفیت کو دیکھتا ہے اور اس اعتبار سے وہ جانتا ہے کہ اس کے شکر گزار بندے اور حق شناس کون ہیں؟ پس اس نے جن کے اندر شکر گزاری کی خوبی دیکھی، انھیں ایمان کی سعادت سے سرفراز کر دیا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے:

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إنَّ الله لا ينظر إلى صوركم، ولا إلى أموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم۔ اللہ تمھاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (مسلم)

رحمت اور توبہ کا دروازہ کھلا ہے

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (انعام۔54)

جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو تم ان سے کہو: السّلام علیکم (تم پر سلامتی ہو)، تمہارے رب نے رحمت اور مہربانی کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو وہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور رحم دلی سے کام لیتا ہے۔

And when those come to you who believe in Our verses come to you, say, "Peace be upon you! Your Lord has taken upon Himself to be Merciful. Whoever among you commits evil out of ignorance ⌜or recklessly⌝ then repents afterwards and mends their ways, then Allah is truly All-Forgiving, Most Merciful." (6:54)

Most people who embraced Islam at the time of Prophet (peace be on him) had committed many serious sins before they embraced Islam. The Prophet (peace he on him) is

asked to comfort such persons and to tell them that God does not punish those who sincerely repent their sins and mend their ways.

شانِ نزول: جو لوگ اس وقت نبی ﷺ پر ایمان لائے تھے ان میں بکثرت لوگ ایسے بھی تھے جن سے زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے گناہ ہو چکے تھے۔ اب اسلام قبول کرنے کے بعد اگرچہ ان کی زندگیاں بالکل بدل گئی تھیں، لیکن مخالفین اسلام ان کو سابق زندگی کے عیوب اور افعال کے طعنے دیتے تھے۔ اس پر اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اہل ایمان کو تسلی دو۔ انہیں بتاؤ کہ جو شخص توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیتا ہے اس کے پچھلے قصوروں پر گرفت کرنے کا طریقہ اللہ کے ہاں نہیں ہے۔

اس آیت میں سچّی توبہ کرنے والے گناہگاروں کے لئے بشارت اور تسلی ہے کہ اگر نادانی یا بتقاضائے بشریت کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھیں تو پھر فوراً توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیتے ہیں۔ گناہ پر اصرار اور دوام اور توبہ انابت سے روگردانی نہیں کرتے۔ شروع اسلام میں جتنے لوگ مسلمان ہوئے وہ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب رہ چکے تھے۔ اب اسلام قبول کرنے کے بعد اگرچہ ان کی زندگیاں بالکل بدل چکی تھیں، لیکن مخالفین اسلام ان کو سابق زندگی کے عیوب اور افعال کے طعنے دیتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے پچھلے گناہ معاف ہوچکے تھے مگر یہ صحابہ کرام پھر بھی ماضی کے گناہوں پر سخت نادم رہتے۔ اس پر فرمایا جارہا ہے کہ اہل ایمان کو تسلی دو۔ ایسے لوگوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپؐ ان کو السّلام علیکم سے خطاب فرمائیں، یہاں سلام علیکم کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچادیجئے، جس میں ان لوگوں کا انتہائی اعزاز واکرام ہے۔ اس صورت میں ان غریب مسلمانوں کی دل شکنی کا بہترین تدارک ہوگیا، جن کے بارے میں رؤساء قریش نے مجلس سے ہٹادینے کی تجویز پیش کی تھی۔ اور اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہے کہ آپؐ ان کو سلام کرکے یا ان کے سلام کا جواب دے کر ان کی تکریم اور قدر افزائی کریں اور انھیں خوشخبری دیں کہ فضل واحسان کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گزار بندوں پر اپنی رحمت کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا انہیں زمانہ جاہلیت کے گناہوں پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے بعد اپنے عرش پر یہ کلمات لکھ دیئے: انَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غضبی۔ بے شک میری رحمت (ہمیشہ) میرے غضب پر غالب رہے گی۔ (بخاری، مسلم)

بعض مفسرین نے ان آیات کے مضمون کو ان کے شان نزول سے ہٹ کر ایک مستقل ہدایت نامہ کی حیثیت سے بیان کیا ہے، جو ان لوگوں سے متعلق ہے، جن سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا، پھر ندامت ہوئی، اور توبہ کرکے اپنے عمل کو درست کرلیا۔

اگر غور کیا جائے تو ان دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کوئی آیت صرف اپنے شان نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتی بلکہ ایک عام حکم کی حیثیت رکھتی ہے۔اس لئے اگر بالفرض آیات مذکورہ کا نزول مخصوص لوگوں کیلئے بھی ہوا، تب بھی یہ حکم ایک عام ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے جو ہر اس گنہگار کو شامل ہے جس کو گناہ کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوا اور نادم ہو کر اس نے اپنے آئندہ عمل کو درست کر کے اپنی اصلاح کر لی ہو۔

توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سچی توبہ (توبتہ النصوح) سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔اس جگہ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس آیت میں گناہگاروں سے مغفرت اور رحمت کا جو وعدہ فرمایا گیا ہے وہ دو چیزوں کے ساتھ مشروط ہے، ایک توبہ دوسرے اصلاح عمل، توبہ کے معنی ہیں گناہ پر ندامت کے۔حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے: ان التوبۃ الندم۔ یعنی توبہ نام ہے ندامت کا۔دوسرے آئندہ کے لئے اصلاح عمل۔اس اصلاح عمل میں یہ بھی داخل ہے کہ آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا عزم اور پورا اہتمام کرے، اور یہ بھی شامل ہے کہ سابقہ گناہ سے جو حقوق کسی کے ضائع ہوئے ہیں تا حد اختیار ان کو ادا کرے خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ حقوق اللہ کی مثال نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ فرائض میں کوتاہی کرنا ہے، اور حقوق العباد کی مثال کسی کے مال پر ناجائز قبضہ و تصرف کرنا۔ کسی کی آبرو پر حملہ کرنا، کسی کو گالی گلوچ کے ذریعہ یا کسی دوسری صورت سے ایذاء پہنچانا ہے۔

اس لئے تکمیل توبہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو نمازیں یا روزے غفلت سے ترک ہو گئے ہیں ان کی قضاء کرے، جو زکوٰۃ نہیں دی گئی وہ اب ادا کرے، قربانی، صدقۃ الفطر کے واجبات میں کوتاہی ہوئی ہے تو ان کو ادا کرے۔حج فرض ہونے کے باوجود ادا نہیں کیا تو اب ادا کرے اور خود نہ کر سکے تو حج بدل کرائے، اور اگر اپنے سامنے حج بدل اور دوسری قضاؤں کا موقع پورا نہ ملے تو وصیت کرے، کہ اس کے وارث اس کے ذمہ عائد شدہ واجبات کا فدیہ حج بدل کا انتظام کر لیں، خلاصہ یہ ہے کہ اصلاح عمل کے لئے صرف آئندہ کا عمل درست کر لینا کافی نہیں، پچھلے فرائض و واجبات کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح حقوق العباد میں اگر کسی کا مال ناجائز طور پر لیا ہے تو اس کو واپس کرے یا اس سے معاف کرائے اور کسی کو ہاتھ یا زبان سے ایذاء پہنچائی ہے تو اس سے معاف کرائے، اور اگر اس سے معاف کرانا اختیار میں نہ ہو، مثلاً وہ فوت ہو جائے یا ایسی جگہ چلا جائے جس کا اس کو پتہ معلوم نہیں، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرتے رہنے کا التزام کرے، اس سے امید ہے کہ صاحب حق راضی ہو جائے گا اور یہ شخص سبکدوش ہو جائے گا۔

گناہوں کا راستہ

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (انعام۔55)

اور اس طرح ہم اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ گناہگاروں کا راستہ بالکل واضح ہو جائے۔

This is how We make Our signs clear, so the way of the wicked may become distinct. (6:55)

یعنی جس طرح ہم نے اس سے پہلے ہدایت اور بھلائی کی راہیں واضح کر دیں، نیکی اور بدی کھول کھول کر بیان کر دی۔ اسی طرح ہم نے ہر اس چیز کا تفصیلی بیان کر دیا جو تمہاری ہدایت کیلئے ضروری ہے یا جس رہنمائی کی تمہیں ضرورت پیش آنے والی ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ نیک و بد کی وضاحت ہو جائے، مجرموں کا راستہ نیکوں کاروں سے الگ ہو جائے۔ ایک اور قرأت کے اعتبار سے یہ مطلب ہے کہ گنہگاروں کا طریقہ گناہ لوگوں کے سامنے واضح یا جائے۔

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ: ہم اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ گناہگاروں کا راستہ بالکل واضح ہو جائے۔

سبیل المجرمین کی وضاحت کیوں کی گئی؟

اسلام کا منہاج عمل اللہ تعالیٰ نے متعین کیا ہے اور یہ اس لئے متعین کیا گیا ہے کہ اس منہاج کے مطابق نفوس انسانی کا تزکیہ کیا جائے۔ عربی کا ایک مقولہ ہے کہ: وبضدها تتبين الاشياء۔ یعنی چیزوں کی پہچان ان کی متضاد اشیاء سے ہوتی ہے جیسے صحت کی قدر بیماری سے معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح سچائی و بھلائی پر پختہ یقین اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب بھلائی کے مقابلے میں شر اور سچائی کے مقابلے میں جھوٹ پر بھی نظر رکھی جائے۔ شر اور فساد اور مجرمانہ حرکات کی وضاحت' ایمان' بھلائی اور اصلاح کے لئے نہایت ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مجرمین کے راستوں کی وضاحت آیات الٰہیہ کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ اللہ کے باغیوں کے طرز عمل کے بارے میں کوئی نکتہ یا معمولی التباس خود اہل اسلام اور اہل ایمان کے عقیدہ و اعمال میں شبہات پیدا کر سکتا ہے، اس لئے کہ دونوں تصویر کے دو رخ دکھانا ضروری ہیں۔ اس لئے کہ دونوں راستے الگ الگ ہیں جن کے درمیان امتیاز اور فرق ضروری ہے تا کہ داعیان حق کو معلوم ہو کہ مخالفین یعنی اسلام دشمن قوتوں کا طریق کار کیا ہے؟ اور ان کی علامات کیا ہیں؟ تا کہ ان کے ذہن میں دونوں راستوں اور منہاج کے اندر کوئی شبہ و التباس نہ ہو۔

تیرھواں رکوع: قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔۔۔ (انعام۔56)

رکوع کے تفسیری موضوعات

غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت، بندگی کے لائق اور اختیارات کا مالک صرف اللہ: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ، اللہ ظالموں کو زیادہ بہتر جانتا ہے: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۔ غیب کے خزانوں کی مالک ہستی: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ۔ ایک پتہ بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہلتا: وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا۔ اسلام اور دوسرے مذاہب میں اصولی فرق: عقیدہ توحید و عقیدہ آخرت، نیند عارضی موت: وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ۔

غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۔ (انعام۔56)

اے محمدؐ! اِن سے کہو کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو اُن کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔ کہہ دیجئے! میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، اگر میں نے ایسا کیا تو میں صراط مستقیم سے ہٹ جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہوں گا۔

Say, ˹O Prophet˺ "I have been forbidden to worship those you invoke besides Allah." Say, "I will not follow your desires, for I then would certainly be astray and not one of those ˹rightly˺ guided." (6:56)

شانِ نزول: قریش مکہ حضور ﷺ کو یہ پیشکش کرتے رہتے تھے کہ آپ انکے دین کو مان لیں تو وہ آپؐ کے دین کو تسلیم کریں گے۔ آپ ان کے خداؤں کے سامنے سجدہ ریز ہوں اور وہ آپ کے الٰہ واحد کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید اس قسم کی مصالحت اور کمپرومائز کا امکان ہے اور یہ کہ ایک ہی دل میں شرک اور توحید جمع ہو سکتے ہیں۔ ان کا

خیال یہ تھا کہ غیر اللہ کی بندگی اور پیروی کے ساتھ ساتھ اللہ کی بندگی اور پیروی بھی ممکن ہے۔اس آیت میں ادغام مذاہب کے تصور کی نفی گئی۔

یہاں آیت میں ایک نکتہ قابل غور ہے آپؐ کو فرمایا گیا کہ آپؐ ان سے یوں مخاطب ہوں آپؐ کو ان کے معبودوں کی بندگی سے منع کیا گیا ہے جن کی یہ لوگ بندگی کرتے ہیں یا جنہیں وہ اللہ کہتے ہیں۔لیکن یہاں انداز تعبیر یوں ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے الَّذِيْنَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو قابل غور ہے اس لئے کہ الذین کا لفظ ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اگر مراد صرف بتوں سے ہوتی یا دوسرے بے جان معبود مراد ہوتے تو یہاں عربی لفظ ما استعمال ہوتا،الَّذِيْنَ استعمال نہ ہوتا۔لہذا یہاں خداؤں سے انسانی خدا مراد ہیں جن کو بعض دفعہ عملاً خدائی کے مرتبے پر بٹھا دیا جاتا ہے۔اس وجہ سے ان کے لئے لفظ الَّذِيْنَ استعمال ہوا ہے۔

یعنی اگر میں بھی تمہاری طرح اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے،تمہاری خواہشات کے مطابق غیر اللہ کی عبادت شروع کر دوں تو یقیناً میں بھی صراط مستقیم سے ہٹ جاؤں گا۔اس طرح کے انداز تکلم سے امت کو تعلیم دینا مقصود ہوتا ہے ورنہ انبیاؑ تو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ان سے عام گناہ کا ہونا بھی محال ہے چہ جائیکہ شرک ہو۔

بندگی کے لائق اور اختیارات کا مالک صرف اللہ ہے

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ۔ (انعام۔57)

کہو،میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے،جس چیز کو تم جلدی چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔فیصلہ کا سارا اختیار اللہ کو ہے،وہی امر حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

Allah’s power and authority

Say, ˹O Prophet˺ “Indeed, I stand on a clear proof (Islamic Monotheism) from my Lord—yet you have denied it. That ˹torment˺ you seek to hasten is not within my power. It is only Allah Who decides ˹its time˺. He declares the truth. And He is the Best of Judges.” (6:57)

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ سے مراد دین اسلام ہے جو وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ پر نازل کیا گیا، جس کی تعلیمات میں توحید کو اولین حیثیت حاصل ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ: تمام کائنات پر اللہ ہی کا حکم چلتاہے اور تمام معاملات اس کے ہاتھ میں ہیں۔اس لئے تم جو چاہتے ہو کہ جلدی اللہ کا عذاب تم پر آجائے تاکہ تمہیں میری صداقت کا پتہ چل جائے، تو یہ بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے تو تمہاری خواہش کے مطابق جلدی عذاب بھیج کر تمہیں متنبہ کردے اور چاہے تو اس وقت تک مہلت دے دے جب تک اس کی حکمت اس کی مقتضی ہو۔

يَقُصُّ الْحَقَّ: وہ حق اور انصاف پر مبنی فیصلے کرتا ہے۔ قُصَّ قَصَصْ سے ہے یعنی يَقُصُّ قَصَصَ الْحَق حق باتیں بیان کرتا یا بتلاتا ہے یا قص اثرہ (کسی کے پیچھے پیروی کرنا) سے ہے یعنی يتبع الحق فيما يحكم به یعنی اپنے فیصلوں میں وہ حق کی پیروی کرتا ہے یعنی وہ حق (انصاف) کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ (فتح القدیر)

عذاب کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔

اللہ ظالموں کو زیادہ بہتر جانتا ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ۔(انعام۔58)

کہہ دیجیے! کہ جس عذاب کے لئے تم جلدی کرتے ہو اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔اور اللہ ظالموں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

Allah has the best knowledge of unjust!

Say ˹also˺, “If what you seek to hasten were within my power, the matter between us would have already been settled. But Allah knows the wrongdoers best.” (6:58)

ذرا کلام الٰہی پر غور کرو۔بعض دفعہ ایک انسان دوسرے انسانوں میں ایسا رویہ دیکھتا ہے کہ اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہے اور اس کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔اس کے مقابلے میں دیکھو کہ انسان اللہ کی نافرمانی کرتا چلا جاتا ہے لیکن وہ

پھر بھی اللہ کی زمین پر رہتا ہے اس کا دیا ہوا رزق کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر بھی اس پر اپنی رحمت کی بارش نازل فرماتا ہے۔ اس کیلئے خوشحالی اور فراوانی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

ایک بار ایک جنگ میں معرکہ اس قدر گرم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دیتا تھا اور مخالفین اسلام نے نے فیصلہ کن حملہ کیا ہوا تھا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اے اللہ آپ کس قدر حلیم اور بردبار ہیں! اے اللہ آپ کس قدر حلیم وبردبار ہیں۔ یعنی تیرے دین کے دشمن تیرے دین کے نام لیواؤں پر ٹوٹ پڑے ہیں اور تو آپ پھر بھی ان کو مہلت دیئے جا رہے ہیں۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے طلب کرنے پر فوراً عذاب بھیج دیتا تو پھر تمہاری خواہش کے مطابق عذاب بھیج کر جلدی ہی یہ فیصلہ کر دیا جاتا۔ لیکن یہ معاملہ چونکہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے اس لئے اس نے مجھے اس کا اختیار دیا ہے اور نہ ہی ممکن ہے کہ میری درخواست پر فوراً عذاب نازل ہو۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ واقعہ طائف کے موقع پر اللہ کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں ساری آبادی کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اللہ کی عبادت کرنے والے پیدا فرمائے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (صحیح مسلم)۔ یہ حدیث زیر بحث آیت کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ آیت میں عذاب طلب کرنے پر عذاب دینے کا اظہار ہے جبکہ اس حدیث میں مشرکین کے طلب کیے بغیر صرف ان کی جارحیت اور ایذا ہی کی وجہ سے ان پر بطور سزا عذاب بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے جسے آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

غیب کے خزانوں کی مالک ہستی

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ (انعام۔59)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ پانیوں میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر یہ سب کچھ کتاب مبین میں ہے۔

Knowledge of the Unseen World

With Him are the keys of the unseen—no one knows them except Him.

And He knows what is in the land and sea.

Not even a leaf falls without His knowledge, nor a grain in the darkness of the earth or anything—green or dry—but is ˹written˺ in a perfect Record. (6:59)

The five keys of the unseen are mentioned in 31:34.

اسلام اور دوسرے مذاہب میں اصولی فرق

تمام دنیا کے باقی مذاہب اور اسلام میں امتیازی فرق عقیدہ توحید ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک اور اکیلا جاننے کا نام توحید نہیں، بلکہ اس کو تمام صفات میں یکتا وبے مثل ماننے اور اس کے سوا کسی مخلوق کو ان صفات کمال میں اس کا شریک نہ سمجھنے کو توحید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات: حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، مشیت، خلق، رزق وغیرہ۔ وہ ان سب صفات میں ایسا کامل ہے کہ اس کے سوا کوئی مخلوق کسی صفات میں اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پھر ان صفات میں بھی دو صفتیں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ ایک علم، دوسرے قدرت، اس کا علم بھی تمام موجود وغیر موجود، ظاہر اور مخفی، بڑے اور چھوٹے ہر ذرہ ذرہ پر حاوی اور محیط ہے، اور اس کی قدرت بھی سب پر پوری محیط ہے۔

عقیدہ توحید بالخصوص ان دو صفات: علم اور قدرت جن اس آیت (انعام۔59) میں ذکر ہے ایک انسان کو صراط مستقیم پر چلانے میں ان کا کلیدی رول ہے۔ اگر ایک انسان کو اپنے ہر قول و عمل اور نشست و برخاست میں ہر قدم پر یہ مستحضر رہے کہ ایک علیم وخبیر قادر مطلق مجھے ہر وقت دیکھ رہی ہے، اور میرے ظاہر و باطن اور دل کے ارادہ اور خیال تک سے بھی واقف ہے تو یہ استحضار کبھی اس کا قدم اس قادر مطلق کی نافرمانی کی طرف نہ اٹھنے دے گا، اس لئے یہ دونوں آیتیں انسان کو انسان کامل بنانے اور اس کے اعمال واخلاق کو درست کرنے اور درست رکھنے میں نسخہ اکسیر ہیں۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ: اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز قرآنی اصطلاح میں غیب ہے اس کا سوائے اللہ رب العالمین کے کسی کو علم نہیں، اور جن چیزوں کا علم لوگوں کو بعض اسباب و آلات کے ذریعہ عادۃً حاصل ہو جاتا ہے وہ در حقیقت غیب نہیں، گو ظہور عام نہ ہونے کی وجہ سے اس کو غیب کہتے ہوں۔ اسی طرح کسی رسول و نبی کو بذریعہ وحی جو غیب کی کچھ چیزوں کا علم دے دیا گیا تو

وہ غیب کی حدود سے نکل گیا، اس کو قرآن میں غیب کے بجائے انباء الغیب کہا گیا ہے۔ جیسا کہ متعدد آیات میں مذکور ہے:
تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک۔ اس لئے آیت مذکورہ میں لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ یعنی غیب کے خزانوں کو بجز اللہ تعالٰی کے کوئی نہیں جانتا، اس میں کسی شبہ یا استثناء کی گنجائش نہیں۔

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔ غیب کے سارے خزانے اسی کے پاس ہیں اس لئے اللہ کے سرکشوں اور مجرموں کو کب عذاب دیا جائے؟ اس کا علم بھی صرف اسی کو ہے اور وہی اپنی حکمت کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہے۔

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ مفاتح الغیب پانچ ہیں قیامت کا علم، بارش کا نزول، رحم مادر میں پلنے والا بچہ، آئندہ کل میں پیش آنے والے واقعات اور موت کہاں آئے گی۔ ان پانچوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ (صحیح بخاری)

نیند عارضی موت

وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔60)

اور وہی اللہ ہے جو تمہیں رات میں گویا کہ ایک طرح کی موت دے دیتا ہے اور دن میں تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ پھر دوسرے روز وہ تمہیں اِسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تا کہ زندگی کی مقررمدت پوری ہو۔ آخرکار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

And it is He who takes your souls by night and knows what you have committed by day, then revives you daily to complete your appointed term. To Him is your ˹ultimate˺ return, then He will inform you of what you used to do. (6:60)

اس آیت میں نیند کو وفات سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی لئے اسے وفات اصغر اور موت کو وفات اکبر کہا جاتا ہے۔
اس آیت میں اللہ تعالٰی نے نیند اور پھر اس کے بعد بیداری کی مثال پیش فرما کر انسان کو اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ جس طرح ہر رات اور ہر صبح میں ہر شخص انفرادی طور پر مر کر جینے کی ایک مثال کا مشاہدہ کرتا ہے، اسی طرح پورے عالم کی اجتماعی موت اور پھر اجتماعی زندگی کو سمجھ لو، جس کو قیامت کہا جاتا ہے، جو ذات اس پر قادر ہے اس کی قدرت کاملہ سے وہ بھی ناممکن

نہیں، اسی لئے آخر آیت میں فرمایا: ثُمَّ اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ۔ یعنی پھر تم کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تم کو جتلائے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ اعمال کا حساب ہو گا، پھر اس پر جزاء و سزاء ہو گی۔

سونے کی دعا میں عارضی موت کا ذکر

حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سونے لگے تو دائیں کروٹ کے بل لیٹے۔۔۔ اور کہے: اللهم باسمك ربي وضعت جنبي، وبك أرفعه، إن أمسكت نفسي فارحمها، وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين، اللهم قني عذابك يوم تبعث عبادك۔ یا اللہ! میرے رب تو پاک ہے، میں تیرے نام پر اپنے پہلو کے بل لیٹ رہا ہوں، اور تیرے نام پر ہی اٹھوں گا، اگر (نیند کے دوران) تو میری جان کو قبض کر لے تو اسے معاف کرنا، اور اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی ایسے حفاظت فرما جیسے تو نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

چودہواں رکوع: وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً۔۔۔ (انعام۔61)

رکوع کے تفسیری موضوعات

نگران اور حفاظت والے فرشتے: وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً۔ حساب الٰہی میں دیر نہیں لگتی: وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحَاسِبِيۡنَ۔ مظاہر قدرت، مصائب و مشکلات کا اصل علاج: رجوع الی اللہ، مشکلات میں تمہاری کون مدد کرتا ہے؟ اللہ کا عذاب کسی صورت میں بھی آ سکتا ہے،، موسمیاتی آفتیں بھی اللہ کا عذاب: عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ۔ فرقہ واریت بھی اللہ کا عذاب ہے: يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا وَّيُذِيۡقَ بَعۡضَكُمۡ بَأۡسَ بَعۡضٍ۔ ہدایت دینے کی ذمہ داری مبلغ پر نہیں: قُلۡ لَّسۡتُ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيۡلٍ۔ ہر خبر کے ظاہر ہونے کا ایک وقت ہے: لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسۡتَقَرٌّ۔ خلاف دین اور ظلم کی مجلس میں نہ بیٹھو: فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ۔ آخرت میں دوست، سفارش، مالی معاوضہ کام نہ آئے گا۔ رکوع کی آخری تین آیات

کا خلاصہ: برے ماحول، بری عادات سے بچو۔ برے لوگوں سے مکمل بائیکاٹ کے بجائے اصلاح کی نیت سے تعلق باقی رکھو۔

نگران اور حفاظت والے فرشتے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭحَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔ (انعام-61)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اور تم پر حفاظت اور نگہبانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

Guardian Angles

He reigns supreme over all of His creation, and sends recording-angels, watching over you. When death comes to any of you, Our angels take their soul, never neglecting this duty. (6:61)

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ: اللہ کے مقرر کردہ فرشتے اپنے فرائض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ یعنی اپنے اس مفوضہ کام میں اور روح کی حفاظت میں غفلت یا غلطی نہیں کرتے۔ مرنے والا اگر نیک ہوتا ہے تو اس کی روح عِلِّيِّيْنَ میں اور اگر بد ہے تو سِجِّيْنَ میں بھیج دیتے ہیں۔

حساب الٰہی میں دیر نہیں لگتی

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ۔ (انعام-62)

پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ (اللہ) بہت جلدی حساب لینے والا ہے۔ الانعام-62

Returning of souls to Allah and accountability

Then they are ˹all˺ returned to Allah—their True Master. Judgment is His ˹alone˺. And He is the Swiftest Reckoner. (6:62)

آیت میں رُدُّوْٓا (لوٹائے جائیں گے) کا مرجع بعض نے فرشتوں کو قرار دیا ہے۔یعنی قبض روح کے بعد فرشتے اللہ کی بارگاہ لوٹ جاتے ہیں۔اور بعض نے اس کا مرجع تمام انسانوں کو بنایا ہے۔یعنی سب انسان حشر کے بعد اللہ کی بارگاہ میں لوٹائے جائیں گے (پیش کئے جائیں گے) پھر وہ سب کا فیصلہ فرمائے گا۔
آیت میں روح قبض کرنے والے فرشتوں کو رسل (جمع کے صیغے کے ساتھ) بیان کیا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح قبض کرنے والا فرشتہ ایک نہیں متعدد ہیں۔اس کی تشریح بعض مفسرین نے اسطرح کی ہے کہ قرآن مجید میں روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے۔جیسے فرمایا گیا: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ (الزمر) اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کرلیتا ہے۔اور اس کی نسبت ایک فرشتہ (ملک الموت) کی طرف بھی کی گئی ہے: قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ (الم السجدہ) کہہ دو تمہاری روحیں وہ فرشتہ موت قبض کرتا ہے جو تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔اور اس کی نسبت متعدد فرشتوں کی طرف بھی کی گئی ہے، جیسا کہ اس مقام پر ہے اور اسی طرح سورہ نساء آیت 97 اور الانعام آیت 93 میں بھی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لحاظ سے ہے کہ وہی اصل امر (حکم دینے والا) یعنی فاعل حقیقی ہے۔متعدد فرشتوں کی طرف نسبت اس لحاظ سے ہے کہ وہ اس کام میں ملک الموت کے مددگار ہیں۔اور ملک الموت کی طرف نسبت کے معنی یہ ہیں کہ پھر آخر میں وہ روح قبض کرکے آسمانوں کی طرف لے جاتا ہے۔(تفسیر روح المعانی)

مظاہر قدرت

حوادث ومصائب کا اصل علاج: رجوع الی اللہ

مشکلات میں تمہاری کون مدد کرتا ہے؟

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ۔ (انعام۔63)

اے محمدؐ! ان سے پوچھو، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے تو نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟

Who rescues you from calamities?

Say, ˹O Prophet˺ "Who rescues you from the darkest times on land and at sea? He ˹alone˺ you call upon with humility, openly and secretly: "If You rescue us from this, we will be ever grateful." (6:63)

پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا کمال اور بے مثال وسعت بیان کی گئی تھی، مذکورہ آیات میں اسی علم وقدرت کے کچھ آثار اور مظاہر کا بیان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان بھی ہے کہ ہر انسان کو ہر مصیبت اور تکلیف سے نجات دینے پر اس کو پوری قدرت ہے، اور یہ بھی کہ ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں اور پریشانیوں کو دور کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

حوادث ومصائب کا اصل علاج: رجوع الی اللہ

ہم ہر بیماری میں صرف ڈاکٹروں اور دواؤں کو اور ہر طوفان اور سیلاب کے وقت صرف مادّی اسباب کو اپنا کارساز سمجھ کر اسی کی فکر میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ مالک کائنات کی طرف دھیان تک نہیں جاتا، حالانکہ قرآن کریم نے بار بار واضح الفاظ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیا کے مصائب اور حوادث عموماً آزمائش کے طور پر یا انسانوں کے اعمالِ بد کے نتائج اور آخرت کی سزاء اور عذاب کا ہلکا سا نمونہ ہوتے ہیں، اور اس لحاظ سے یہ مصائب ایک طرح کی رحمت ہوتے ہیں، کہ ان کے ذریعہ غافل انسانوں کو چونکایا جاتا ہے، تاکہ وہ اب بھی اپنے اعمال بد کا جائزہ لے کر ان سے باز آنے کی فکر میں لگ جائیں، اور آخرت کی بڑی اور سخت سزا سے محفوظ رہیں، اسی مضمون کے لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے: ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ یعنی ہم لوگوں کو تھوڑا سا عذاب قریب دنیا میں چکھا دیتے ہیں آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ اپنی غفلت اور برائیوں سے باز آجائیں۔

حدیث: اس آیت کی تفسیر میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی انسان کو جو معمولی سی خراش لگتی ہے، یا قدم کو لغزش آجاتی ہے یہ سب کسی گناہ کا اثر (یا کفارہ) ہوتا ہے، اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں وہ بہت ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام مصائب اور پریشانیوں کا اور ہر قسم کے حوادث اور آفات کا اصلی اور حقیقی علاج یہ ہے کہ رجوع الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے، پچھلے گناہوں سے استغفار اور آئندہ ان سے پرہیز کرنے کا پختہ ارادہ کریں، اور اللہ تعالیٰ ہی سے رفع مصائب کی دعاء کریں۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ مادّی اسباب دواء، علاج اور مصائب سے بچنے کی تدبیریں نہ کی جائیں یا وہ بے کار ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصل کارساز ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ ہر مصیبت، بیماری میں خالق کائنات کی طرف رجوع کیا جائے، مادّی تدبیروں کو بھی اسی کی عطا کی ہوئی نعمت کے طور استعمال کیا جائے کہ اسباب اور علاج کو اختیار کرنا بھی سنت نبویؐ ہے۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ (انعام۔64)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان ظلمات اور ہر رنج و غم سے نجات بخشتا ہے۔ تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔

Say, "˹Only˺ Allah rescues you from this (calamity) and any other distress, yet you associate others with Him ˹in worship˺." (6:64)

This verse explains that God alone possesses power of rescue from all calamities and distresses and has full control over the things which cause either benefit or harm to humans, and He alone holds the reins of their destiny. Whenever a person faces with a really hard time, and when the resources he normally trusts upon fails, he instinctively turns to God. In spite of such a clear sign, people set up partners to God without any shred of evidence that anyone other than God has any share in His power and authority.

اللہ کسی طرف سے بھی عذاب نازل کر سکتا ہے

فرقہ واریت اللہ کا عذاب ہے

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔ (انعام۔65)

آپ کہ دیجئے! کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کردے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھادے۔ دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔

Disunity is a torment!

Say, “He ˹alone˺ has the power to unleash upon you a torment from above or below you or split you into ˹conflicting˺ factions and make you taste the violence of one another.” See how We vary the signs, so perhaps they will comprehend. (6:65)

God’s punishment can strike in an instant. This is the warning to those who were becoming bolder in their hostility towards the Truth. Allah can destroy his creation in a moment by a hurricane, tsunami or earthquake. Likewise, a few sparks of hostility could ultimately wreak such havoc among communities and nations that bloodshed and lawlessness plague them for years on end. Hence if they are spared punishments for a while that should not drug them to heedlessness and lead them to live in total disregard of distinctions between right and wrong. They should rather he grateful to God who is showing them the right path and making it possible for them to recognize the Truth and follow it.

پچھلی آیات میں اللہ جل شانہ کے وسیع علم اور بے مثال قدرت کا یہ اثر مذکور تھا کہ ہر انسان کی ہر مصیبت کو وہی دور کرسکتا ہے کیونکہ اس کو تمام کائنات پر قدرت بھی کامل ہے اور تمام مخلوق پر رحمت بھی کامل، اس کے سوا نہ کسی کو قدرت کاملہ حاصل ہے اور نہ تمام مخلوق پر رحمت وشفقت۔

زیر تفسیر آیات میں اللہ کی قدرت کاملہ کے دوسرے رخ کا بیان ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ ہے کہ کوئی عذاب کوئی مصیبت اور کیسی ہی بڑی سے بڑی آفت ہو اس کو ٹال سکتا ہے اسی طرح اس کو اس پر بھی قدرت حاصل ہے کہ جب کسی فرد یا جماعت کو اس کی سرکشی کی سزا اور عذاب و آزمائش میں مبتلا کرنا چاہے تو ہر قسم کا عذاب اس کی قدرت میں ہے۔

اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ بھیج دے تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تمھیں مختلف فرقوں میں بانٹ کر آپس میں الجھا دے اور ایک کو دوسرے کے ہاتھ سے تباہ و برباد کر دے۔

عذاب الٰہی کی تین قسمیں

اس آیت عذاب الٰہی کی تین قسموں کا ذکر ہے، ایک جو اوپر سے آئے، دوسرے جو نیچے سے آئے، تیسرے جو اپنے اندر سے پھوٹ پڑے، پھر لفظ عذاباً کو اس جگہ تنوین کے ساتھ نکرہ لا کر عربی قواعد کے اعتبار سے اس پر بھی متنبہ کر دیا کہ ان تینوں قسموں میں بھی مختلف قسمیں اور صورتیں ہو سکتی ہیں۔

حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اوپر سے عذاب آنے کی مثالیں پچھلی امتوں میں بہت سی گزر چکی ہیں مثلاً موسمیاتی آفتیں، جیسے قوم نوحؑ پر بارش کا سخت سیلاب آیا اور قوم عاد پر ہوا کا طوفان مسلط ہوا، اور قوم لوطؑ پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ اصحاب فیل نے جب مکہ پر چڑھائی کی تو پرندوں کے ذریعہ ان پر ایسی کنکریاں برسائی گئیں جس سے وہ سب کے سب کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح ہو کر رہ گئے۔

اسی طرح نیچے سے آنے والے عذاب کی بھی پچھلی قوموں میں مختلف صورتیں گزر چکی ہیں۔ قوم فرعون پاؤں تلے کے عذاب میں غرق کی گئی، قارون بھی مع اپنے خزانوں کے اسی عذاب میں گرفتار ہوا، اور زمین کے اندر دھنس گیا۔

بعض مفسرین نے اوپر کے عذاب سے مراد برے یا ظالم حکمران لیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے چند ارشادات سے بھی اس تفسیر کی تائید ہوتی ہے، مشکوۃ شریف میں بحوالہ شعب الایمان بیہقی نبی کریمؐ کا یہ ارشاد منقول ہے: كما تكونون كذلك يؤ مر عليكم۔ یعنی جیسے تمہارے اعمال بھلے یا برے ہوں گے ویسے ہی حکام اور امراء تم پر مسلط کئے جائیں گے، اگر تم نیک اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو گے تو تمہارے حکام و امراء بھی رحم دل، انصاف پسند ہوں گے، اور تم بد عمل ہو گے تو تم پر حکام بھی بے رحم اور ظالم مسلط کر دیئے جائیں گے، مشہور مقولہ اعمالکم عمالکم کا یہی مفہوم ہے۔

بعض مفسرین نے نیچے والے عذاب سے اپنے ماتحتوں، ملازمین اور اپنی اولاد کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف اور پریشانی مراد لیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہارے بالا دست حکام یا ماتحت ملازموں کے ذریعہ تمہارے خلاف مزاج، تکلیف دہ

معاملات کا ظاہری عذاب تم پر مسلط کر کے در حقیقت تمہارا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں، تاکہ تم ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے اعمال کو درست کر کے آخرت کے عذاب اکبر سے بچ جاؤ۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جب مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو میں اس کا اثر اپنے نوکر اور اپنی سواری کے گھوڑے اور سواری کے مزاج میں محسوس کرنے لگتا ہوں کہ یہ سب میری نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق حکام کا ظلم وجور اوپر سے آنے والا عذاب ہے، اور ماتحت ملازموں کی بے ایمانی، کام چوری، غداری، نیچے سے آنے والا عذاب ہے، اور دونوں کا علاج ایک ہی ہے کہ سب اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بے راہ روی سے باز آجائیں تو قدرت خود ایسے حالات پیدا کر دے گی کہ یہ مصیبتیں اور پریشانیاں رفع ہو جائیں گی۔

تیسری قسم کا عذاب جو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ: یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرقہ واریت بھی اللہ کے عذاب وسزاء ہی کی ایک شکل ہے۔

بخاری شریف میں ہے یلبسکم کے معنی یخلطکم کے ہیں یہ لفظ التباس سے ماخوذ ہے۔ يَلْبِسَكُمْ: ای یخلط امرکم یعنی تمہارے معاملے کو خلط ملط یا مشتبہ کر دے جس کی وجہ سے تم گروہوں اور جماعتوں میں بٹ جاؤ۔

حدیث: حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں:

پہلی دعا: میری امت غرق کے ذریعے ہلاک نہ کی جائے۔

دوسری دعا: قحط عام کے ذریعے اس کی تباہی نہ ہو۔

تیسری دعا: میری امت میں اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی دو دعائیں قبول فرمالیں اور تیسری دعا سے مجھے روک دیا گیا۔ (مسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ امت مسلمہ میں اختلاف وانتشار واقع ہو گا اور اس کی وجہ اللہ کی نافرمانی اور قرآن وسنّت سے اعراض (منہ پھیرنا) ہو گا۔

ہدایت دینے کی ذمہ داری مبلغ پر نہیں

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۔ (انعام۔66)

اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دو میں تمہارا (یعنی تمہاری ہدایت کا) ذمہ دار نہیں ہوں۔

Still your people ⌜O Prophet⌝ have rejected this ⌜Quran⌝, although it is the truth. Say, "I am not a keeper over you." (6:66)

A Prophet is neither required to compel People to see what they are not prepared to see nor to force into their hearts what they fail to comprehend. It is not a Prophet's task to chastise people for failing to see and comprehend the Truth. His task is merely to proclaim Truth as distinct from falsehood. If people fail thereafter to accept it, they will be overwhelmed by the very misfortunes against which that Prophet had warned.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قرآن کو اور جس ہدایت وبیان کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہے اور جسے تیری قوم قریش جھٹلا رہی ہے حقیقتاً وہ سراسر حق ہے بلکہ اس کے سوا اور کوئی حق ہے ہی نہیں۔ ان سے کہہ دیجئے میں نہ تو میں تمہارا محافظ ہوں نہ تم پر وکیل ہوں اور نہ تمہاری ہدایت کا ذمہ دار ہوں۔ میری ذمہ داری کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی نہیں۔ جیسا کہ ایک اور آیت کے اندر فرمایا گیا: کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے، یعنی مجھ پر صرف تبلیغ کرنا فرض ہے، اس دعوت کو سننا اور ماننا تمہارا کام ہے۔ ماننے والے حقیقی فلاح پائیں گے، آخرت میں اجر پائیں گے اور نہ ماننے والے آخرت میں ناکام اور بدنصیب رہیں گے۔

ہر خبر کے ظاہر ہونے کا ایک وقت ہے

لِّكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔(انعام۔67)

ہر خبر کے ظاہر ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان لو گے۔

Every ⌜destined⌝ matter has a ⌜set⌝ time to transpire, and you are going to know. (6:67)

ہر خبر کی حقیقت ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ ہر خبر کے منکشف ہونے کا ایک وقت مقرر ہے، تمہیں عنقریب حقیقت حال معلوم ہو جائے گی، واقعہ کا انکشاف ہو جائے گا اور جان لو گے۔

خلاف دین اور ظلم کی مجلسوں میں نہ بیٹھو

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الانعام۔68)

اور اے محمدؐ! اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان اس بات سے غافل کر دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔

Withdrawing from those who make fun of Islam!

And when you come across those who ridicule Our revelations, do not sit with them unless they engage in a different topic. Should Satan make you forget, then once you remember, do not ˹continue to˺ sit with the wrongdoing people. (6:68)

In case anyone fail to remember this directive and mistakenly continue to remain in the company of those who were indulging in making fun of their faith, they should withdraw from such company as soon as they remember this directive.

جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر ان کی مجلس میں جانے کی مطلقاً ممانعت رہی تو ہم مسجد حرام میں نماز اور طواف سے بھی محروم ہو جائیں گے، کیونکہ وہ لوگ تو ہمیشہ وہاں بیٹھے رہتے ہیں، (یہ واقعہ ہجرت اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے) اور ان کا مشغلہ ہی عیب جوئی اور بدگوئی ہے، اس پر دوسری آیت جو اس آیت کے بعد ہے وہ نازل ہوئی: وَمَا عَلَي الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ۔ یعنی جو لوگ احتیاط رکھنے والے ہیں وہ اگر اپنے کام سے مسجد حرام میں جائیں تو ان شریر لوگوں کے اعمال بد کی ان پر کوئی ذمہ داری نہیں، ہاں اتنی بات ان کے ذمہ ہے کہ حق بات ان کو پہنچا دیں کہ شاید وہ اس سے نصیحت حاصل کر کے صحیح راستہ پر آجائیں۔

اس آیت سے ہر وہ مجلس مراد ہے جہاں اللہ رسول کے احکام کا مذاق اڑایا جارہا ہو۔ آیت میں خطاب اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے ہے لیکن مخاطب امت مسلمہ کا ہر فرد ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا ایک تاکیدی حکم ہے جسے قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے۔سورہ نساء آیت نمبر140 میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے۔

امام ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ "اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر ایسی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ یا شریعت اسلام کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں۔اور ایسی مجلس میں بھی شریک نہ ہو جس میں منفی گفتگو کو بند کرانا یا حق بات کا اظہار کرنا اس کے قبضہ و اختیار میں نہ ہو۔ہاں اگر ایسی مجلس میں اصلاح کی نیت کے ساتھ شریک ہو اور ان لوگوں کو حق بات کی تلقین کرے تو پھر وہاں جانے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کسی بھی مجلس میں بیٹھنے کی مطلق ممانعت نہیں ہے بلکہ وہ مجلس جس میں اسلام یا مسلمانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اس مجلس یا نشست کے لوگوں کے خلاف اسلام کاموں میں ان کا ساتھ نہ دیں نہ ہی ان کے خلاف اسلام خیالات کی تائید کریں۔اس صورت میں اس مجلس کا گناہ یا وبال ان مسلمانوں پر نہیں ہو گا جو اس مجلس کے اندر شریک ہیں اور یہ ان کی شر پسند حرکتوں سے بری الذّمہ ہیں۔البتہ اگر ہو سکے تو ان کی اصلاح کی کوشش کریں جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔

برے دوستوں کا مکمل بائیکاٹ نہ کرو بلکہ وعظ و نصیحت کی نیّت سے تعلق رکھو

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (انعام۔69)

ان (غلط کار لوگوں) کے حساب و کتاب کی ذمہ داری پرہیز گار لوگوں پر نہیں ہے (جو ان برے کاموں سے بچتے رہتے ہیں) ہاں البتہ (ان کے ذمہ صرف) نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ (برے لوگ) پرہیز گاری اختیار کریں۔

Those mindful ˹of Allah˺ will not be accountable for those ˹who ridicule it˺ whatsoever—their duty is to advise, so perhaps the ridiculers will abstain. (6:69)

Those who avoid disobedience to God will not be held responsible for the errors of those who disobey. This being the case, the former has no justification for taking it upon themselves to persuade the latter to obedience or to consider themselves obliged to answer all their questions,

however absurd and flimsy, until the Truth is forced down their throats. Their duty is merely to admonish and place the Truth before those whom they find stumbling about in error. If there is no response to this call except remonstration and obstinate argument, they are under no obligation to waste their time and energy on them. They should rather devote their time and energy to instructing and admonishing those who have an urge to seek out the Truth.

مِنْ حِسَابِهِمْ: کا تعلق آیات الٰہی کا استہزاء (توہین ومذاق) کرنے والوں سے ہے۔یعنی وہ لوگ جو ایسی گستاخانہ مجالس سے اجتناب کریں گے جن میں اسلام یا پیغمبر اسلامؐ کی توہین کی جاتی ہے تو جو گناہ توہین کرنے والوں کو ملے گا وہ اس گناہ سے محفوظ رہیں گے۔البتہ نیک لوگوں کو چاہئے کہ اجتناب وعلیحدگی کے باوجود وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ حتی المقدور ادا کرتے رہیں۔

آخرت میں دوست، سفارش، مالی معاوضہ یا فدیہ کام نہ آئے گا

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ ۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَ لِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔ (انعام۔70)

اور ایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کریں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعے سے نصیحت فرماتے رہئے تا کہ (قیامت کے دن) کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے (اس روز) اللہ کے سوا نہ تو کوئی اس کا دوست ہو گا اور نہ سفارش کرنے والا۔ اور اگر وہ ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) معاوضہ دینا چاہے تو وہ اس سے قبول نہ ہو۔یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے ان کے پینے کے لیے گرم پانی ہو گا اور ان کے کفر کے بدلہ میں دردناک عذاب ہو گا۔

And leave those who take this faith ˹of Islam˺ as mere play and amusement and are deluded by ˹their˺ worldly life. Yet remind them by this ˹Quran˺, so no one should be ruined for their misdeeds. They will have no protector or intercessor

other than Allah. Even if they were to offer every ˹possible˺ ransom, none will be accepted from them. Those are the ones who will be ruined for their misdeeds. They will have a boiling drink and painful punishment for their disbelief. (6:70)

دنیا میں انسان عام طور پر کسی دوست کی مدد یا کسی کی سفارش سے یا مالی معاوضہ دے کر چھوٹ جاتا ہے۔ لیکن آخرت میں یہ تینوں ذریعے کام نہیں آئیں گے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ آخرت سے غافل صرف دنیا کی زندگی پر مگن ہیں، ان کی صحبت و مجالست بھی انسان کے لئے نقصان دہ ہے، اس کا انجام یہ ہے کہ ان کی صحبت میں رہنے والا بھی اس وبال کا شکار ہو گا، جس میں وہ مبتلا ہیں۔

پچھلی تینوں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو برے ماحول اور بری صحبت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ انسان کیلئے زہر قاتل ہے۔ قرآن و حدیث کی بیشمار نصوص کے علاوہ مشاہدہ اور تجربہ اس کا گواہ ہے کہ انسان کو تمام برائیوں اور جرائم میں مبتلا کرنے والی چیز اس کی بری سوسائٹی اور برے دوست ہیں۔ بری صحبت میں پھنسنے کے بعد انسان اول تو خلاف ضمیر اور خلاف طبع برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور پھر جب عادت پڑ جاتی ہے تو یہ برائی کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے، بلکہ برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھنے لگتا ہے۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ کے اندر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اور جیسے سفید کپڑے میں ایک سیاہ نقطہ ہر شخص کو ناگوار ہوتا ہے اس کو بھی گناہ سے دل میں ناگواری پیدا ہوتی ہے، لیکن جب ایک کے بعد دوسرا اور تیسرا گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور پچھلے گناہ سے توبہ نہیں کرتا تو یکے بعد دیگرے سیاہ نقطے لگتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ دل کی نورانی لوح بالکل سیاہ ہو جاتی ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو بھلے برے کی تمیز نہیں رہتی، قرآن مجید میں اسی کو لفظ ران سے تعبیر فرمایا ہے: كلا بل ران علىٰ قلوبهم۔۔ یعنی ان کے دلوں میں ان کے اعمال بد کی وجہ سے زنگ لگ گیا کہ اب نیکی کی توفیق ہی مفقود ہو گئی۔

اور جہاں تک غور کیا جائے انسان کو اس حالت پر پہنچانے والی چیز اکثر اس کا غلط ماحول اور بری صحبت ہوتی ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اسی لئے بچوں کے والدین اور مربّیوں کا فرض ہے کہ بچوں کو برے ماحول اور بری سوسائٹی سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔

اگلی تین آیتوں میں شرک کے ابطال اور توحید اور آخرت کے اثبات کا مضمون ہے بیان کیا گیا:

پندرہواں رکوع: قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا۔۔۔ (انعام۔71)

رکوع کے تفسیری موضوعات

ہدایت کا راستہ، صراط مستقیم کی پیروی، ربّ العالمین کی فرمانبرداری: اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اقامت صلوٰۃ، تقوٰی، فکر آخرت، صفات باری تعالیٰ: قَوْلُهُ الْحَقُّ، وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ، عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ صور قیامت سے کیا مراد ہے؟ جد انبیاء ابراہیمؑ: تمام مذاہب کیلئے قابل احترام شخصیت، توحید کے موضوع پر مکالمہ، دعوت دین میں حکمت، غیر مسلم والدین کا ادب واحترام، ابراہیمؑ کا توحید پر غور وفکر کا انوکھا انداز، ابراہیمؑ اور مشاہدات کائنات، مبلغین اسلام کیلئے ہدایات، اخلاص نیت کی دعا: اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ تمام اعمال میں اخلاص کی اہمیت۔ رب کے علم کی وسعت، ملاوٹ کے بغیر ایمان مطلوب ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔

ہدایت کا راستہ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰىؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَۙ۔ (انعام۔71)

اے محمدؐ! ان سے پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ اور جبکہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اُس شخص کا سا کرلیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو۔ اس دوران اس کے رفیق سفر اسے پکار رہے ہوں کہ اِدھر آؤ! یہ سیدھا راستہ۔ کہو، حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی رہنمائی ہے اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے مطیع ہو جائیں۔

Ask ⌜them, O Prophet⌝, “Should we invoke, other than Allah, those who cannot benefit or harm us, and turn back to disbelief after Allah has guided us? ⌜If we do so, we will be⌝ like those disoriented by devils in the wilderness, while their companions call them to guidance, ⌜saying⌝, ‘Come to us!’ Say, ⌜O Prophet⌝ “Allah’s guidance is the ⌜only⌝ true guidance. And we are commanded to submit to the Lord of all worlds. (6:71)

یہ ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو ایمان کے بعد کفر اور توحید کے بعد شرک کی طرف لوٹ جائیں ان کی مثال ایسے ہی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جائے جو سیدھے راہ پر جا رہے ہوں۔ اور بچھڑ جانے والا جنگلوں میں حیران و پریشان بھٹکتا پھر رہا ہو، اس کے رفیق سفر اسے بلا رہے ہوں لیکن حیرانی میں اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو اور پھر مکمل طور پر گمراہ ہو چکا ہو جس کے نتیجے میں صحیح راستے کی طرف واپسی اس کے لئے ممکن نہ رہی ہو۔ ایسے شخص نے اپنے اختیار سے شرک اور گمراہی اختیار کر لی اور گمراہ ہو گیا تو اب ایسے شخص کی صراط مستقیم کی طرف واپسی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا گیا: فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ جس کو وہ گمراہ کر دے ان کے لئے کوئی مدد گار نہیں ہو گا۔

صراط مستقیم کی پیروی اور ربّ العالمین کی فرمانبرداری

درج بالا آیت انعام:71 کے آخری الفاظ اپنی جگہ ایک الگ اصولی ہدایت کو بیان کرتے ہیں:

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (انعام۔71)

۔۔ کہہ دو کہ اللہ نے جو راہ دکھلائی ہے وہی سیدھی ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ربّ العالمین کے تابع رہیں۔

Say: Allah’s guidance is the ⌜only⌝ true guidance. And we are commanded to submit to the Lord of all worlds. (6:71)

اقامت صلوٰۃ، تقویٰ، فکر آخرت

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (انعام۔72)

نماز قائم کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، اسی کی طرف تم جو ابد ہی کیلئے حاضر کیے جاؤ گے۔

And establish prayer and be mindful of Him. To Him you will all be gathered (for accountability). (6:72)

وَاَنْ اَقِيْمُوْا کا عطف اس سے پہلی آیت کے لفظ لِنُسْلِمَ پر ہے۔یعنی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ ہم نماز قائم کریں اور خوف خدا اختیار کریں اور فکر آخرت پیدا کریں۔تسلیم وانقیاد الٰہی کے بعد سب سے پہلا حکم اقامت نماز کا دیا گیا ہے جس سے نماز کی اہمیت واضح ہے اور اس کے بعد تقویٰ اور خشوع کے بغیر ممکن نہیں۔وانها لكبيرة الا على الخشعين۔(البقرہ)

صفات باری تعالیٰ

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ (انعام۔73)

وہی ہے جس نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جائے، اسی دن وہ ہو جائے گا اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائیگا اس روز پادشاہی اُسی کی ہو گی،وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

Attributes of Allah

He is the One Who created the heavens and the earth in truth. On the Day ˹of Judgment˺ He will say, ‘Be!’ And there will be! His command is truth. All authority is His ˹alone˺ on the Day the Trumpet will be blown. He is the Knower of all—seen or unseen. And He is the All-Wise, All-Aware.” (6:73)

Allah grants authority to some of His servants in this world, but none will have authority on Judgment Day except Him. See 3:26.

In what manner the Trumpet will be blown is difficult for us to grasp. What we know from the Qur’an is that on the Day of Judgement the Trumpet will be blown on God’s command. On the Day of Judgment, the Trumpet will be blown by an angel—causing all to die. Then after an

indefinite period of time – a period that is known to God alone – the trumpet will be blown second time, then everyone will be resurrected for accountability and judgement. (see 39:68).

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: وہی ہے جس نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ قرآن میں یہ بات جگہ جگہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے یا حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یہ ارشاد بہت وسیع معانی پر مشتمل ہے۔ حق کے ساتھ یا بافائدہ پیدا کیا۔ یعنی کائنات کو عبث اور بے فائدہ محض کھیل کود کے طور پر پیدا نہیں کیا بلکہ ایک خاص مقصد کے لیے اس کائنات کی تخلیق فرمائی ہے اور وہ یہ کہ اس اللہ کو یاد رکھا جائے، اس کی عبادت کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے جس نے یہ سب کچھ بنایا (وماخلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون)۔ یہی بات ہے جو دوسرے مقامات پر یوں بیان کی گئی ہے: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَا طِلاً۔ اے ہمارے رب، تو نے یہ سب کچھ فضول اور بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔ اور وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۔ ہم نے آسمان وزمین اور ان چیزوں کو جو آسمان وزمین کے درمیان ہیں کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا ہے۔ اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ تو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف واپس نہ لائے جاؤ گے؟

آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے یہ سارا نظام کائنات حق کی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ عدل اور حکمت اور راستی کے قوانین پر اس کی ہر چیز مبنی ہے۔ باطل کے لیے فی الحقیقت اس نظام میں جڑ پکڑنے اور بار آور ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ باطل پرستوں کو موقع دیدے کہ وہ اگر اپنے جھوٹ اور ظلم اور کج روی کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اپنی کوشش کر دیکھیں۔ لیکن آخر کار زمین باطل کے ہر بیج کو اگل کر پھینک دے گی اور آخری حساب میں ہر باطل پرست دیکھ لے گا کہ جو کوششیں اس نے اس شجر خبیث کی کاشت اور آبیاری میں صرف کیں وہ سب ضائع ہو گئیں۔

آیت کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس ساری کائنات کو حق کی بنیاد پر پیدا کیا ہے اور اپنے ذاتی حق کی بنا پر ہی وہ اس پر فرماں روائی کر رہا ہے۔ اس کا حکم یہاں اس لیے چلتا ہے کہ وہی اپنی پیدا کی ہوئی کائنات میں حکمرانی کا حق رکھتا ہے۔ آج اگر دنیا میں دوسروں کا حکم اگر بظاہر چلتا نظر بھی آتا ہے تو اس سے دھوکا نہ کھاؤ، فی الحقیقت وہ سب اللہ کے بندے اور ہر چیز میں اس کے محتاج ہیں۔ قیامت کے روز جب حقیقت سے پردہ اٹھایا جائے گا تو معلوم ہو گا کہ آج دنیا میں جو بااختیار نظر آتے

تھے، یا سمجھے جاتے تھے وہ حقیقت میں بالکل بے اختیار ہیں اور پادشاہی کے سارے اختیارات اسی ایک خدا کے لیے ہیں جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ: یوم فعل محذوف واذکر یا واتقوا کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی اس دن کو یاد کرو یا اس دن سے ڈرو! کہ اس کے لفظ کُن (ہوجا) سے وہ جو چاہے گا، ہو جائے گا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حساب کتاب کے کٹھن مراحل بھی بڑی جلدی کے ساتھ طے ہو جائیں گے، لیکن کن کے لئے؟ نیک وصالح لوگوں کیلئے۔ دوسروں کو یہ دن ہزار سال یا پچاس ہزار سال کی طرح بھاری لگے گا۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ: اس کا ارشاد عین حق ہے۔ اس کا وہ قول بھی حق ہے جس کے ذریعے اس نے پوری کائنات کی تخلیق کی اور کن فیکون کہا۔ اس کا وہ فرمان بھی برحق ہے جس کے ذریعے اس نے بندوں کو حکم دیا کہ وہ صرف اس کی اطاعت کریں اور صرف اس کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔ اس کے وہ احکام بھی برحق ہیں جن کے ذریعے اس نے لوگوں کو زندگی گذارنے کے بارے میں ہدایات دیں۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ: جس روز صور پھونکا جائیگا۔

صور قیامت سے کیا مراد ہے؟

صور سے مراد بگل ہے جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ فرشتہ اسرافیلؑ اسے لیکر اپنی پیشانی جھکائے، حکم الٰہی کے منتظر کھڑے ہیں کہ جب انھیں کہا جائے تو اس کے اندر پھونک ماردیں (ابن کثیرؒ)۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ: الصور قرن ينفخ فيه۔ یعنی صور ایک قرن (بگل) ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

یہ ان امور غیبیہ میں سے ہے جن کا علم اللہ کے پاس ہی ہے۔ صور کی ماہیت اور حقیقت کیا ہوگی، کس طرح تمام مردوں کو دوبارہ زندگی عطا ہوگی۔ یہ سب تفصیلات بھی غیبی امور میں سے ہیں جن کا ہم تصور نہیں کرسکتے۔

بعض مفسرین کے نزدیک تین نفخے ہوں گے۔ نفخة الصعق جس سے تمام لوگ مدہوش ہو جائیں گے۔ نفخة الفناء جس سے تمام لوگ فنا ہو جائیں گے۔ نفخة الانشاء جس سے تمام انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ بعض مفسّرین صرف آخری دو نفخوں کے قائل ہیں۔

ابراہیم علیہ اسلام: تمام مذاہب کیلئے قابل احترام شخصیت

سورۃ انعام کی اگلی آیات میں دعوت دین اور دعوت توحید ایک خاص انداز میں فرمائی گئی ہے، جو طبعی طور پر اہل عرب کے لئے دلنشین ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ تمام عرب کے جدِّامجد ہیں اور اسی لئے سارا عرب ان کی تعظیم پر ہمیشہ سے متفق چلا آیا ہے، ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کے اس مناظرہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے بت پرستی کے خلاف اپنی قوم کے ساتھ کیا تھا، اور پھر سب کو توحید حق کا سبق دیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے دور میں عرب کے اندر بسنے والے تمام لوگ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا مذہبی پیشوا اور مقتداء مانتے تھے۔ خصوصاً قریش کے تو فخر وناز کی ساری بنیاد ہی یہ تھی کہ وہ ابراہیمؑ کی اولاد اور ان کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ کے متولی اور خادم ہیں۔ اس لیے ان کے سامنے حضرت ابراہیمؑ کے عقیدہ توحید کا اور شرک سے لاتعلقی کو بیان کیا گیا تا کہ ان پر ثابت کر دیا جائے کہ آج مسلمان اس مقام پر ہیں جس پر حضرت ابراہیمؑ تھے اور تمہاری حیثیت وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی مخالف قوم کی تھی۔ یہ مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی صوفیاء کرام اور بزرگان دین اولیاء اللہ کے معتقدین اور مریدین کے سامنے صوفیاء کرام کی اصل تعلیمات اور توحید پر مبنی عقائد بیان کر کے یہ ثابت کر دے کہ جن بزرگ اور اولیاء اللہ کے تم نام لیوا ہو، ان کی اصل تعلیمات تو یہ تھیں اور تمہارا اپنا طریقہ ان کی سیرت کے بالکل خلاف ہے۔

ابراہیمؑ اور آزر میں توحید کے موضوع پر مکالمہ

حکمت کے ساتھ اپنے والد کو اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت

انعام۔ آیت 74

ان آیات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ:

1۔ ہمیشہ دین کی دعوت حکمت کے ساتھ اور دلیل کے ساتھ دو۔

2: دعوت اور اصلاح کا آغاز اپنے گھر سے کرو۔ اصلاح عقائد واعمال کی دعوت اپنے اہل خانہ اور خاندان سے شروع کرنی چاہیے۔

3۔ اختلاف دین کے باوجود اپنے والدین کا اور دوسروں کا احترام کرو۔

ابراہیمؑ کے اپنے والد سے دعوت توحید کے متعلق مکالمے کی جتنی آیات ملتی ہیں ان میں ادب واحترام کو ہر حالت میں ملحوظ رکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم والدین کا بھی ادب واحترام ضروری ہے۔ والدین چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان

سے اختلاف رائے کیا جاسکتا ہے مگر ادب و احترام کے دائرے میں رہ کر۔ اور جب تک وہ غیر شرعی یا ناانصافی پر مبنی حکم نہ دیں اس وقت تک حتی المقدور کوشش کی جائے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور سر تسلیم خم کیا جائے کیونکہ انسان کے اوپر ان کے والدین کا بڑا حق ہے۔ والدین انسان کی تخلیق کا ظاہری سبب ہیں۔

تفسیر بحر محیط میں ہے کہ قرآن کی ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خاندان کے کوئی واجب الاحترام بزرگ دین کے صحیح راستہ پر نہ ہوں تو ان کو صحیح راستہ کی طرف دعوت دینا احترام کے خلاف نہیں بلکہ ہمدردی و خیر خواہی کا تقاضا ہے۔

اسلام میں والدین کے حقوق

ابراہیمؑ کا توحید کیلئے غور و فکر کا انوکھا انداز

The Prophet Ibrahim (PBUH) A Symbol of Unity

It is important to mention that Prophet Abraham (Peace be upon him) was generally acknowledged as original faith leader by all faith communities living in Arab at that time. The Quraysh, in particular, were proud of their devotion to Abraham, of being his progeny and of being servants to the Ka'ba (House of God) built by him. Hence, the mention of Abraham's doctrine of monotheism, of his denunciation of polytheism is a clear message that those who claim to follow Prophet Ibrahim should abide by his core teachings which were based on Tauhid or Oneness of Allah and not on polytheism.

ابراہیمؑ اور مشاہدات کائنات

وَكَذٰلِكَ نُرِىٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (انعام۔75)

اور ہم نے اسی طرح ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔

We also showed Abraham the wonders of the heavens and the earth, so he would be sure in faith. (6:75)

ملکوت مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے رغبۃ سے رغبوت اور رھبۃ سے رھبوت۔ اس سے مراد مخلوقات ہے۔ یا اس کا مطلب ربوبیت ہے یعنی ہم نے ابراہیمؑ کو اپنی ربوبیت دکھلائی اور اس کی معرفت کی توفیق دی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السّلام کو عرش سے لے کر اسفل ارض تک کائنات میں موجود امور غیبی کا مشاہدہ کرایا۔ (فتح القدیر)

توحید کے حوالے سے ابراہیم علیہ السلام کے فطری مشاہدات

مشاہدات کائنات اور درس توحید

ستاروں کا مشاہدہ

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ (انعام-76)

پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ (شاید) یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

The natural observations of Prophet Ibrahim!

When the night grew dark upon him, he saw a star and said, "This is my Lord!" But when it set, he said, "I do not love things that set." (6:76)

Anyone can observe God's signs in the Universe, just as Abraham could. The difference is that some people see nothing or don't get insight from the signs which are visible, whereas Abraham saw with open eyes and with full insight, which led him to an understanding of the Truth before prophethood was bestowed on him. This experience shows how a right-thinking and sound-hearted man, who had opened his eyes in a purely polytheistic environment and had received no instruction in monotheism, was ultimately led to discover the Truth by careful observation of, and serious reflection on the phenomena of the universe.

The sun, moon and stars which rise and set before us every day and night, but we always don't look things from the right angle and perspective. Yet the same signs were observed by the Prophet Abraham, and the thoughtful observation helped him discover the truth – the biggest reality of this Universe, Oneness of Allah swt.

یعنی غروب ہونے والے معبودوں کو پسند نہیں کرتا، اس لئے کہ غروب، تغیّر حال پر دلالت کرتا ہے جو حادث ہونے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

چاند کا مشاہدہ

فَلَمَّا رَاَالْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَ كُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔ (انعام۔77)

پھر جب چاند کو چمکتا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

Then when he saw the moon rising, he said, "This one is my Lord!" But when it disappeared, he said, "If my Lord does not guide me, I will certainly be one of the misguided people." (6:77)

سورج کا مشاہدہ

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔ (انعام۔78)

پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے کہ (شاید) میرا پروردگار یہ ہے یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے لوگو! جن چیزوں کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے لاتعلق ہوں۔

Then when he saw the sun shining, he said, "This must be my Lord—it is the greatest!" But again, when it set, he

declared, "O my people! I totally reject whatever you associate ˹with Allah in worship˺. (6:78)

الشَّمْس یعنی سورج عربی میں مونث ہے لیکن یہاں اس کیلئے اسم اشارہ مذکر ہے مراد الطالع ہے یعنی یہ طلوع ہونے والا سورج شاید میرا رب ہے، کیونکہ یہ بظاہر سب سے بڑا ہے۔ ابراہیمؑ نے سورج کو سب سے بڑا ستارہ اس تناظر میں کہا کہ یہ زمین میں رہنے والے ایک عام انسان کو فطری نگاہ سے دیکھنے پر اجرام فلکی میں سب سے بڑا ہی نظر آتا ہے۔ ویسے بھی ہمارے نظام شمسی میں سورج سب سے بڑا ہے اور سب سے زیادہ روشن اور انسانی زندگی کی بقاوجود کے لئے اس کی اہمیت وافادیت محتاج وضاحت نہیں اس لئے ماضی میں ظاہر پرستوں کی نظر میں سورج کو سب سے بڑا خدا سمجھا جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے اتوار کے دن کو انگریزی میں سنڈے کہا جاتا ہے جو اصل میں سن گاڈڈے (سورج دیوتا کا دن) کہلایا جاتا تھا۔ اسی طرح منڈے اصل میں مون گاڈڈے (چاند دیوتا کا دن) کہلاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت لطیف پیرائے میں چاند سورج کے پجاریوں پر ان کے معبودوں کی بے حیثیتی کو واضح فرمایا۔ اور دلیل کے ساتھ یہ نکتہ اٹھایا کہ سورج، چاند اور ستارے محض مظاہر فطرت ہیں۔ یہ نظام فطرت کے پابند ہیں لہٰذا ان میں تبدیلی آتی رہتی ہے، کبھی طلوع ہوتے ہیں، کبھی غروب ہوتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خود مخلوق ہیں اور ان کا خالق کوئی اور ہے جس کے حکم کے یہ تابع ہیں۔ جب یہ خود مخلوق اور کسی کے تابع ہیں تو یہ ہماری عبادت کے مستحق کیسے ہوسکتے ہیں؟ یا کسی کو نفع نقصان پہنچانے پر کس طرح قادر ہوسکتے ہیں؟

ابراہیم علیہ السلام کا مشاہدات کے بعد درس توحید

دعوت و تبلیغ میں حکمت و تدبیر سے کام لینا سنت انبیاء ہے

اس مشاہدہ کائنات میں حضرت ابراہیمؑ نے پیغمبرانہ حکمت و موعظت سے کام لے کر یکبارگی ان کی نجوم پرستی کو غلط یا گمراہی نہیں فرمایا، بلکہ ایک ایسا انداز قائم کیا، جس سے ہر ذی عقل انسان کا قلب ودماغ خود متاثر ہو کر حقیقت کو پہچان لے۔

مبلغین اسلام کے لئے چند ہدایات

حضرت ابراہیمؑ کے اس طرز مناظرہ سے علماء و مبلغین کے لئے چند اہم ہدایات حاصل ہوئیں:

اول یہ کہ قوموں کی تبلیغ و اصلاح میں ہر جگہ سختی مناسب نہیں بلکہ اعتدال اور میانہ روی دعوت دین کے لوازمات ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے نجوم پرستی کے معاملہ میں سخت الفاظ استعمال نہیں فرمائے، بلکہ ایک خاص تدبیر اور

حکمت سے معاملہ کی حقیقت کو قوم کے ذہن نشین فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوام اگر غلطی میں مبتلا ہوں تو عالم اور مبلغ کو چاہئے کہ تشدد کے بجائے ان کے شبہات کو دور کرنے کی تدبیر کرے۔

دوسری ہدایت اس میں یہ ہے کہ اظہار حق و حقیقت کے لئے اس میں حضرت ابراہیمؑ نے قوم کو یوں خطاب نہیں کیا کہ تم ایسا کرو، بلکہ اپنا حال بتلادیا کہ میں تو ان طلوع و غروب کے چکر میں رہنے والی چیزوں کو معبود قرار نہیں دے سکتا، اس لئے میں نے اپنا رخ ایک ایسی ہستی کی طرف کرلیا جو ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والی اور پالنے والی ہے۔ مقصد تو یہی تھا کہ تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ مگر حکیمانہ انداز میں صریح خطاب سے پرہیز فرمایا، تاکہ وہ ضد پر نہ آجائیں، اس سے معلوم ہوا کہ مصلح اور مبلغ کا صرف یہ کام نہیں کہ حق بات کو جس طرح چاہے کہہ ڈالے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ ایسے انداز سے کہے جو لوگوں کے لئے موثر ہو۔

اخلاص نیت کی عظیم دعا

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَاۡ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ (انعام-79)

بیشک میں نے اپنا رُخ (ہر سمت سے ہٹا کر) یکسوئی سے اس (ذات) کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور (جان لو کہ) میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

Dua of *Ikhlas* (Sincerity)

I have turned my face towards the One Who has originated the heavens and the earth—being upright—and I am not one of those who make association with Allah. (6:79)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ: میں اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں۔۔۔رخ یا چہرے کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ چہرے سے ہی انسان کی اصل شناخت ہوتی ہے مراد اس سے انسان کی پوری ذات ہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری عبادت سے مقصود اللہ رب العالمین کی رضا کا حصول ہے جو آسمان و زمین کا خالق ہے۔

رب کے علم کی وسعت

وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ (انعام-80)

میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟

Allah’s knowledge is unlimited!

My Lord encompasses everything in ˹His˺ knowledge. Will you not be mindful? (6:80)

The purpose of Abraham’s statement was a reminder to his opponents that their true Lord was not uninformed about their deeds, for His knowledge encompasses everything.

ملاوٹ کے بغیر ایمان مطلوب ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (انعام-82)

جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (یعنی شرک اور ناحق) سے آلودہ نہیں کیا ان ہی کے لئے امن و سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

Peace and Satisfaction

It is ˹only˺ those who are faithful and do not tarnish their faith with falsehood who are guaranteed peace, satisfaction and are ˹rightly˺ guided. (6:82)

The expression ‘and did not tarnish their faith with wrong-doing’ led some Companions to the misapprehension that perhaps this ‘wrong-doing’ signified ‘disobedience’. But the Prophet (peace be on him) has made it clear that this wrongdoing signifies shirk (associating others with God in His divinity). The verse means, therefore, that they alone are fully secure and rightly guided who believe in God and do not mix their faith with any polytheistic belief and practice.

آیت میں یہاں ظلم سے مراد شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو خالص ایمان مطلوب ہے اس کے اندر شرک کی آمیزش قبول نہیں۔

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام ظلم کا عام مطلب (کوتاہی اور غلطی، گناہ اور زیادتی وغیرہ) سمجھا، جس سے وہ پریشان ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگے، ہم میں سے کون شخص ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ظلم سے مراد وہ ظلم نہیں جو عام طور پر تم سمجھتے ہو بلکہ اس سے مراد شرک ہے جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا تھا: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔(بخاری)

اس آیت سے صحابہ کرام کی عظمت اور دین کیلئے ان کے اخلاص، قربانی اور حساسیت معلوم ہوتی ہے۔ ان پر قرآن کریم باران رحمت کی طرح اثر کر رہا تھا اور ان کے نفوس اس سے خوب سیراب ہو رہے تھے۔ وہ اس قرآن کے ساتھ زندہ تھے اور قرآن کے لئے زندہ تھے۔ وہ اپنی زندگی کو قرآن کریم کے اشاروں کے ساتھ بدلتے اور ہم آہنگ کرتے چلے جاتے تھے۔ اس کے تقاضوں کو پورے کرتے چلے جاتے تھے اور وہ نہایت ہی سنجیدگی 'نہایت ہی فہم و فراست اور نہایت ہی محبت کے ساتھ اس کی آیات کو قبول کرتے تھے۔ قرآن کریم کی خوبصورتی اور اثر آفرینی کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ طرح قرآن مجید نے صحابہ کرام کے اندر صرف تیئس سالوں میں کس قدر عظیم الشان تبدیلی پیدا کی جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

سولھواں رکوع: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔۔۔ (انعام۔83)

رکوع کے تفسیری موضوعات

بلند درجات عطا کرنے والی ہستی: نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ، تمام انبیاءؑ کا مشن ایک ہی تھا، سب انبیاءؑ کی مشترکہ دعوت: وحدت الٰہی، اٹھارہ انبیاءؑ کا ایک جگہ ذکر، دلوں کا بدلنا اللہ کے اختیار میں ہے، انبیاءؑ پر اللہ کے تین انعامات: کتاب، حکمت، دین کا صحیح فہم، ہدایت یافتہ لوگ، منبع ہدایت، بے لوث دعوت: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ قرآن ساری دنیا کیلئے تذکیر: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔

بلند مرتبے اور درجات عطا کرنے والی ہستی۔ اللہ ربّ العالمین

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔(انعام۔83)

اور یہ ہماری (توحید کی) دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم (کو قائل کرنے) کیلئے دی تھی۔ ہم جس کو چاہیں (یعنی اہل سمجھتے ہیں) اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔

This was the argument We gave Abraham to convince his people. We raise by ranks whom We will. Indeed, your Lord is Wise and Knowing. (6:83)

انبیاءؑ کا تذکرہ۔ الانعام۔84تا87

تمام انبیاءؑ کا مشن ایک ہی تھا

اٹھارہ انبیاءؑ کے اسمائے گرامی کا ایک جگہ ذکر

سب انبیاؑ کی مشترکہ دعوت: وحدت الٰہی

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (انعام۔84)

پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست جو) اس سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی اور اُسی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (ہدایت بخشی) اِس طرح ہم نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں۔

And We bestowed upon Abraham (offspring) Isaac) and Jacob. We guided them all as We previously guided Noah and those among his descendants: David, Solomon, Job, Joseph, Moses, and Aaron. This is how We reward the good doers. (6:84)

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ: اور ان کی اولاد اور نسل کو بھی ہم نے ہدایت کے راستے پر چلایا۔ ذُرِّيَّتِهٖ میں ضمیر کا مرجع بعض مفسرین نے حضرت نوح علیہ السلام کو قرار دیا ہے کیونکہ وہی اقرب ہیں یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو قرار دیا ہے کیونکہ نوحؑ کے تذکرے کے بعد انہیں کا ذکر آیا ہے۔ اور بعض مفسرین نے ذُرِّيَّتِهٖ میں ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ ساری گفتگو انہیں کے ضمن میں ہو رہی ہے لیکن اس صورت میں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ پھر لوط علیہ السلام کا ذکر اس فہرست میں نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ وہ ذریت ابراہیم علیہ السلام میں سے نہیں ہیں وہ ان کے بھائی ہاران بن آزر کے بیٹے یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام لوط علیہ السلام کے باپ نہیں چچا ہیں لیکن بطور تغلیب انھیں بھی ذریت ابراہیم علیہ السلام میں شمار کر لیا گیا ہے۔ اس کی ایک اور مثال قرآن مجید میں ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اولاد یعقوب علیہ السلام کے آباء میں شمار کیا گیا ہے جب کہ وہ ان کے چچا تھے۔ دیکھیے سورہ بقرہ آیت:133۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (انعام۔85)

اور (ان کی اولاد میں سے) زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو (بھی ہدایت کے راستے پر چلایا)۔ ہر ایک ان میں سے نیک و صالح تھا۔

Likewise, ˹We guided˺ Zachariah, John, Jesus, and Elias, who were all of the righteous. (6:85)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اس لئے کہا گیا (حالانکہ وہ ان کے باپ، دادا نہیں تھے) کیونکہ لڑکی کی اولاد بھی ذریت رجال میں ہی شامل ہوتی ہے۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن یعنی اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے کو اپنا بیٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: ان ابنی هذا سيد و لعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين۔ بے شک میرا یہ سردار بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے حسن کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ (بخاری)

روایت میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے حضرت یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو حسن حسین کو حضور اکرمؐ کی اولاد میں شمار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن مجھے تو پورے قرآن میں اس بات کا حوالہ نہیں ملا۔ انہوں نے جواب دیا کیا تو نے سورۃ انعام کی آیات نہیں پڑھیں: وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَاِلْيَاسَ، كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (انعام:84-85)۔ اس نے کہا ہاں یہ آیات تو پڑھی ہیں۔ کہا پھر دیکھو اس میں حضرت عیسیٰؑ کا نام ہے اور ان کا

کوئی باپ نہیں تھا لیکن کیا ان کا ذکر انبیاءؑ کی اولاد میں نہیں کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ بیٹی کی اولاد کی نسبت بھی (بطور نسب) نانا کی طرف ہو سکتی ہے حجاج نے کہا بیشک آپ نے درست فرمایا۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭوَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ۔ (انعام۔86)

(اور ان کی اولاد میں سے) اسماعیلؑ، الیسعؑ، اور یونسؑ اور لوطؑ کو (راستہ دکھایا) اِن میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دنیا والوں پر فضیلت عطا کی۔

˹We also guided˺ Ishmael, Elisha, Jonah, and Lot, favouring each over other people ˹of their time˺. (6:86)

وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (انعام۔87)

نیز ان کے آباواجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہم نے ہدایت دی، انہیں (اپنے دین کی خدمت کے لیے) چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف اُن کی رہنمائی کی۔

˹We also guided˺ some of their forefathers, their descendants, and their brothers. We chose them and guided them to the Straight Path. (6:88)

اٰبَاۗىِٕهِمْ سے اصول یعنی پچھلی نسلیں اور ذُرِّيّٰتِهِمْ سے فروع یعنی اگلی نسلیں مراد ہیں۔ یعنی ان اصولوں و فروع اور ان کے اخوان میں سے بھی بہت سارے لوگوں ہم نے مقام ہدایت اور صراط مستقیم سے نوازا۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ کے معنی چن لینا اور اپنے خاص بندوں میں شمار کرنا اور ان کے ساتھ ملا لینا۔ یہ لفظ جَبِيْتُ المَآ ءَ فِي الحَوضِ (میں نے حوض میں پانی بھر لیا) سے مشتق ہے۔ پس اپنے خاص بندوں میں ملا لینا۔ اصطفاء تخلیص اور اختیار بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔ جب کا مفعول مصطفی مجتبیٰ مخلص اور مختار ہے۔ (فتح القدیر)

اس رکوع میں سلسلہ ذکر انبیاؑ کا اختتام مندرجہ بالا آیت پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگلی آیت میں اس ساری بحث کا خلاصہ اور اس سے حاصل ہونے والا سبق بیان کیا جا رہا ہے:

دلوں کا بدلنا اللہ کے ہاتھ میں ہے

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔(انعام۔88)

یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ اگر (بالفرض) یہ لوگ بھی شرک کرتے تو جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب کچھ ضائع ہو جاتا۔

This is Allah's guidance with which He guides whoever He wills of His servants. Had they associated others with Him ⌜in worship⌝, their ⌜good⌝ deeds would have been wasted. (6:88)

Had those people also ascribed partners to God like the people of Arabia, they would not have achieved the positions they had attained. Some might perhaps have earned places in the rogues' gallery of history as either ruthless conquerors or monuments to greed. But had they not shunned polytheism and adhered to their exclusive and unconditional devotion to God, they would certainly neither have had the honour of becoming the beacon of light and guidance to others nor of assuming the leadership of the pious and the righteous people.

حدیث: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی آدم کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے وہ سب ایک ہی دل ہو اور وہ جیسے چاہتا ہے ان کو پلٹتا رہتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: اللهم مُصَرِّفَ القلوبِ صَرِّفْ قلوبَنا على طاعتك۔ اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیرے رکھے۔ (مسلم)

اس آیت (انعام:88) کے آخر میں فرمایا گیا کہ: وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اٹھارہ انبیاء کے اسمائے گرامی ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر یہ حضرات بھی بفرض محال شرک کا ارتکاب کر لیتے تو ان کے سارے نیک اعمال ضائع ہو جاتے۔ جس طرح دوسرے مقام پر نبی اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے

فرمایا:اے پیغمبر! اگر تونے بھی شرک کیا تو تیرے سارے عمل برباد ہو جائیں گے،حالانکہ پیغمبروں سے شرک کا صدور ممکن نہیں۔وہ تو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔مقصد عام لوگوں کو شرک کے گناہ کی شدت اور ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنا ہے۔

ہدایت الٰہی کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو اس کی طلب رکھتے ہیں

انبیاءؑ پر اللہ کے تین انعامات

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ۔ (انعام۔89)

یہ وہ لوگ تھے جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی تھی پھر اگر یہ لوگ (یعنی مکہ والے) ان باتوں کو نہ مانیں تو (پرواہ نہیں) ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اس سے منکر نہیں ہیں۔

Those were the ones to whom We gave the Scripture, wisdom, and prophethood. But if these ˹pagans˺ disbelieve in this ˹message˺, then We have already entrusted it to a people who will never disbelieve in it. (6:89)

Here the Prophets are mentioned as having been endowed with three blessings:

1. First, the Divine Guidance, the scriptures.
2. Second, Wisdom, the correct understanding of the revealed guidance, the ability to apply its principles to the practical matters of life, the God-given capacity to solve human problems.
3. Third, Prophethood, the office by virtue of which they were enabled to lead human beings in the light of the divine guidance.

God does not care if anyone choose to reject the guidance which has come down from Him, for He had already raised people of faith e.g. Companions of the Prophet, who truly appreciate its worth.

اس آیت میں انبیاء (علیہم السلام) کو تین چیزیں عطا کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کتاب یعنی اللہ کا ہدایت نامہ دوسرے حکم یا حکمت یعنی اس ہدایت نامہ کا یعنی دین کا صحیح فہم، اور اس کے اصولوں کو معاملات زندگی پر منطبق کرنے کی صلاحیت اور مسائل حیات میں متوازن اور معتدل رائے قائم کرنے کی خداداد قابلیت۔ تیسرے نبوت، یعنی یہ منصب کہ وہ اس ہدایت نامہ کے مطابق خلق اللہ کی رہنمائی کریں۔

ہدایت یافتہ لوگ، منبع ہدایت، روشنی کے مینار

قرآن ساری دنیا کیلئے تذکیر

اُولٰٓـئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ (انعام۔90)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس (قرآن) کا صلہ نہیں مانگتا۔ یہ قرآن تو ساری دنیا کیلئے تذکیر ہے۔

Qur’an: A mission and Reminder

These ⌜prophets⌝ were guided by Allah, so follow their guidance. Say: I ask no reward from you for carrying on this mission; This ⌜Quran⌝ is merely an admonition and reminder to the whole world.” (6:90)

اس آیت میں دو اہم نکتے بیان کئے گئے:

1۔ بے لوث دعوت

2۔ تذکیر بالقرآن

بے لوث دعوت: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

کہہ دو میں تم سے اس (دعوت و تبلیغ کے کام) پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔

تذکیر بالقرآن

قرآن سارے جہان کیلئے نصیحت

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔

یہ (قرآن) تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ الانعام ۔90

سترہواں رکوع: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۔۔۔ (انعام ۔91)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اللہ کو پہچانو اور اس کی قدر کرو، اللہ کی معرفت حاصل کرو، قرآن بابرکت کتاب: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ۔ قرآن کی چار خوبیاں: خیر و برکت والی کتاب، تمام آسمانی کتابوں کی تائید و تصدیق کرنے والی: مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ، غفلت میں پڑے لوگوں کیلئے تذکیر، مثبت تبدیلی لانے والی کتاب، نماز کی نگہبانی اور حفاظت: وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ وحی یا نبوت کا بے بنیاد دعوٰی: قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَىْءٌ۔ اللہ کے سامنے جوابدہی انفرادی ہوگی: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى۔

اللہ کو پہچانو اور اس کی قدر کرو

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَىْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِىْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِىْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ۔ (انعام ۔91)

اور ان لوگوں (اہل مکہ) نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰؑ لایا تھا، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو، اور جس کے ذریعہ سے تم کو وہ علم دیا گیا جو اس سے پہلے تمہیں حاصل نہ تھا اور نہ تمہارے آباؤاجداد کو، آخر اُس کا نازل کرنے والا کون تھا؟ بس اتنا کہہ دو کہ اللہ، پھر ان کو ان کے خرافات میں کھیلتے رہنے دیجئے۔

And they have not shown Allah His proper reverence when they said, "Allah has revealed nothing to any human being." Say, ˹O Prophet˺ "Who then revealed the Book brought

forth by Moses as a light and guidance for people, which you split into separate sheets—revealing some and hiding much? You have been taught ˹through this Quran˺ what neither you nor your forefathers knew.” Say, ˹O Prophet˺ “Allah ˹revealed it˺!” Then leave them to amuse themselves with falsehood. (6:91)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ: اور ان لوگوں (اہل مکہ) نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا۔ قدر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور یہ کسی چیز کی اصل حقیقت جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ منکرین مکہ انبیاؑ اور کتب سماوی کا انکار کرتے ہیں، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ انھیں اللہ کی صحیح معرفت ہی حاصل نہیں ورنہ وہ ان چیزوں کا انکار نہ کرتے۔ علاوہ ازیں اسی عدم معرفت الٰہی کی وجہ سے وہ نبوت و رسالت کی معرفت سے بھی قاصر رہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا کلام کس طرح نازل ہو سکتا ہے؟ جس طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ کیا یہ بات لوگوں کے لیے باعث تعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی پر وحی نازل کر کے اسے لوگوں کو ڈرانے پر مامور کر دیا ہے؟ (یونس:10)۔ دوسرے مقام پر فرمایا: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ ہدایت آ جانے کے بعد لوگ اسے قبول کرنے سے اس لیے رک گئے کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے؟ (اسراء:94)۔

زیر تفسیر آیت میں بھی انہوں نے اپنے اس خیال کی بنیاد پر اس بات کی نفی کی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی کتاب نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو ان سے پوچھو! موسیٰ علیہ السلام پر تورات کس نے نازل کی تھی (جس کو یہ مانتے ہیں)۔

قرآن۔ بابرکت کتاب

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ (انعام۔92)

(اُسی تورات کتاب کی طرح) یہ قرآن بھی ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ یہ بڑی خیر و برکت والی ہے۔ اُس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھی اور اس لیے اس کو نازل کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم بستیوں کے اِس مرکز

(یعنی مکہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو متنبہ کرو۔ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

Qur'an: A book of reflection for everyone

This is a blessed Book which We have revealed—confirming what came before it—so you may warn the Mother of Cities and everyone around it. Those who believe in the Hereafter ˹truly˺ believe in it and guard their prayers. (6:92)

The message of Muhammad (peace be on him) is indeed the revealed word of God. This Book Qur'an is overflowing with God's grace, and it contains the best possible principles for the well-being and salvation of mankind. It lays down the true doctrines of belief. It urges man to righteous conduct and inspires him to moral excellence. It contains guidance as to how one may live a life of piety and righteousness. And above all, this book is free from any trace of the ignorance, narrow-mindedness, inequity and obscenity. A Book with such noble characteristics and with such a wholesome impact on human beings can only be from God.

The Mother of Cities is an honorary title given to the city of Makkah because of its great religious significance as the home of Allah's first house of worship ever built on earth, and perhaps because of its central location as well.

اس آیت کے اندر قرآن مجید کی چار خوبیاں بیان کی گئیں:

ایک یہ کہ یہ بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے، یعنی اس میں انسان کی فلاح و بہبود کے لیے بہترین اصول پیش کیے گئے ہیں۔ عقائد صحیحہ کی تعلیم ہے، بھلائی کی تعلیم ہے، اخلاق فاضلہ کی تلقین ہے، پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت ہے، اور پھر یہ جہالت، خود غرضی، تنگ نظری، ظلم، فحش اور دوسری ان برائیوں سے، جن کا انبار تم لوگوں نے کتب مقدسہ کے مجموعہ میں بھر رکھا ہے، بالکل پاک ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے پہلے اللہ کی طرف سے آسمانی ہدایات آئی تھیں یہ کتاب ان سے ہٹ کر کوئی مختلف ہدایت پیش نہیں کرتی بلکہ اسی چیز کی تصدیق وتائید کرتی ہے جو ان میں پیش کی گئی تھی۔

تیسرے یہ کہ یہ کتاب اسی مقصد کے لیے نازل ہوئی ہے جو ہر زمانہ میں اللہ کی طرف سے کتابوں کے نزول کا مقصد رہا ہے، یعنی غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کیلئے تذکیر اور یاد دہانی۔

چوتھے یہ کہ اس کتاب یعنی قرآن مجید کی دعوت نے انسانوں کے گروہ میں سے ان لوگوں کو نہیں سمیٹا جو دنیا پرست اور خواہش نفس کے بندے ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا ہے جن کی نظر حیات دنیا کی تنگ سرحدوں سے آگے تک جاتی ہے، اور پھر اس کتاب سے متاثر ہو کر جو مثبت تبدیلی ان کی زندگی میں رونما ہوتی ہے اس کی سب سے زیادہ نمایاں علامت یہ ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان اپنی دینداری کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔

کیا یہ خصوصیات اور یہ نتائج کسی ایسی کتاب کے ہو سکتے ہیں جسے کسی جھوٹے انسان نے گھڑ لیا ہو جو اپنی تصنیف کو خدا کی طرف منسوب کر دینے کی انتہائی مجرمانہ جسارت تک کر گزرے؟

نمازوں کی نگہبانی اور حفاظت

وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ (انعام-92)

اور وہ اپنی نمازوں کی پابندی اور حفاظت کرتے ہیں۔

Safeguarding Prayer is a basic duty of a Muslim!

And they safeguard their prayers. (6:92)

وحی یا نبوّت کا بے بنیاد دعوٰی

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِىَ اِلَىَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَىْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (انعام-93)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے یا (نبوت کا بے بنیاد دعوٰی کرتے ہوئے یہ) کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہ کی گئی ہو۔ اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں۔ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔

Baseless Claims of Prophethood

Who does more wrong than the one who fabricates lies against Allah or claims, "I have received revelations!"—although nothing was revealed to them—or the one who says, "I can reveal the like of Allah's revelations!"? If you ⌜O Prophet⌝ could only see the wrongdoers in the throes of death while the angels are stretching out their hands ⌜saying⌝, "Give up your souls! Today you will be rewarded with the torment of disgrace for telling lies about Allah and for being arrogant towards His revelations!" (6:93)

ظالم سے مراد ہر ظالم ہے اور اس میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والے جھوٹے مدعیان نبوت بھی شامل ہیں۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ: فرشتے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے، یعنی جان نکالنے کے لئے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ: آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ آج سے مراد قبض روح کا دن اور یہی عذاب کے آغاز کا وقت بھی ہے جس کا مبداء قبر ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر برحق ہے۔ ورنہ ہاتھ پھیلانے اور جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کے کہنے کے کوئی معنی نہیں کہ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ خیال رہے قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی کے بعد آخرت کی زندگی سے قبل، یہ ایک درمیان کی زندگی ہے جس کا عرصہ انسان کی موت سے قیامت کے وقوع تک ہے۔ یہ برزخی زندگی کہلاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان کو قبر نصیب ہوتی۔ مرنے کے بعد چاہے انسان کو زمین کی قبر دفنایا گیا ہو جسے عرف عام میں قبر کہتے ہیں، چاہے اس کی لاش کو کسی درندے نے کھایا ہو یا اس کی لاش سمندر کی موجوں کی نذر ہو گئی ہو یا اسے جلا کر راکھ بنا دیا گیا ہو۔ مرنے کے بعد کا عرصہ برزخ کی زندگی ہے جس میں عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ عذاب قبر کی تفصیلات کریدنے کی خواہ مخواہ کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ یہ امور

غیبیہ میں سے ہے جس کا ادراک ہماری عقل و فہم میں نہیں آسکتا۔ عذاب قبر چونکہ برحق ہے اس لئے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ البتہ اس موضوع پر ہمیشہ قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں احتیاط کے ساتھ گفتگو کرنی چاہئے اور سنی سنائی باتوں اور فضول قصے کہانیوں کو بیان نہیں کرنا چاہئے۔

اللہ کے سامنے جوابدہی انفرادی ہوگی

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ (انعام۔94)

اور بیشک تم (روزِ قیامت) ہمارے پاس اسی طرح تنہا آؤ گے جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تنہا) پیدا کیا تھا، جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے اُن سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے، تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے سب جاتے رہے۔

⌜Today⌝ you have come back to Us all alone as We created you the first time—leaving behind everything We have provided you with. We do not see your intercessors with you—those you claimed were Allah's partners ⌜in worship⌝. All your ties have been broken and all your claims have let you down." (6:94)

فُرَادٰی فرد کی جمع ہے جس طرح سکاریٰ سکران کی اور کسالیٰ کسلان کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم علیحدہ علیحدہ ایک ایک کر کے میرے پاس آؤ گے، تمہارے ساتھ نہ مال ہوگا نہ اولاد اور نہ معبود، جن کو تم نے اللہ کا شریک اور اپنا مددگار سمجھ رکھا تھا، یعنی ان میں سے کوئی چیز بھی فائدہ پہنچانے پر قادر نہ ہوگی۔ اگلے جملوں میں انہی امور کی مزید وضاحت ہے۔

اٹھاروں رکوع: اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى۔۔۔ (انعام۔95)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اللہ کی قدرت کی نشانیاں،صفات: اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى- صبح نو کا خالق: فَالِقُ الْاِصْبَاحِ- سورج اور چاند کا کیلنڈر: وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا- ستاروں کا جہاں تمہارے لئے: جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ- دنیا اور آخرت کا ٹھکانہ: فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ- پانی کی نعمت،سب عیوب سے پاک وبالاتر ہستی: سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ-

اللہ کی قدرت کی نشانیاں،صفات

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ- (انعام-95)

دانوں سے کھیتیاں بیج اور گٹھلی سے درخت اللہ ہی اگاتا ہے۔زندہ (اچھے) سے مردہ (برے) اور مردہ (برے) سے زندہ (اچھا) کو وہی پیدا کرتا ہے، پھر تم کہاں الٹے چلے جارہے ہو۔

Indeed, Allah is the One Who causes seeds and fruit stones to sprout. He brings forth the living from the dead and the dead from the living. That is Allah! How can you then be deluded ˹from the truth˺? (6:95)

The one who causes the seed-grain to split open under the surface of the earth and then makes it grow and appear on the surface as a plant is no other than God.

To ‘bring forth the living from the dead’ means creating living beings out of dead matter. Likewise, ‘to bring out the dead from the living’ means to remove the lifeless elements from a living organism.

یہاں سے اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور کاریگری کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ یہ سب خالق کائنات کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے ایمان اور عقیدہ مضبوط ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى: یعنی اللہ تعالیٰ دانے اور بیج سے درخت کو اگاتا ہے۔اس میں قدرت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ بتلایا گیا ہے کہ خشک دانہ اور خشک گٹھلی کو پھاڑ کر اس کے اندر سے ہرا بھرا درخت نکال دینا صرف اسی ذات پاک کا

فعل ہے جو خالق کائنات ہے، انسان کے سعی و عمل کو اس میں کوئی دخل نہیں، کاشتکار کی ساری کوششوں کا حاصل اس سے زائد نہیں ہوتا کہ دانہ اور گٹھلی کے اندر سے جو نازک کونپل قدرت خداوندی نے نکالی ہے اس کی راہ سے موانع اور مضر چیزوں کو دور کردے، زمین کو ہل وغیرہ کے ذریعہ نرم کرنا پھر کھاد ڈالنا پانی دینا ان سب اعمال کا اثر زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ نکلنے والی نازک کونپل کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے، باقی اصل کام کہ دانہ اور گٹھلی پھٹ کر اس میں سے درخت کی کونپل نکلے اور پھر اس میں رنگ برنگ کے خوشبودار پھول اور ذائقہ دار پھل لگیں کہ انسان کی عقل و دماغ اس کا ایک پتہ یا ایک پنکھڑی بنانے سے عاجز ہے۔ اللہ کی قدرت کہ زمین ایک ہوتی ہے پانی بھی ایک ہوتا ہے۔ لیکن جس چیز کے وہ دانے یا گٹھلیاں ہوتی ہیں، اس کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ مختلف قسم کے غلے اور پھلوں کے درخت ان سے پیدا فرماتا دیتا ہے جن کو دیکھ کر یا سونگھ کر انسان فرحت و انبساط محسوس کرتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی ہے، جو یہ کام کرتا ہو یا کر سکتا ہو؟ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

صبح نو کا خالق

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ (انعام۔96)

وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کو نمودار کرنے والا ہے۔ اور اسی نے رات کو سکون و راحت کے لئے بنایا اور اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع و غروب کا حساب (کیلنڈر) مقرر کیا ہے۔ یہ غالب اور بڑے علم والے (خدا) کا مقرر کردہ نظام ہے۔

Starter of the Dawn

He causes the dawn to break and has made the night for rest and ˹made˺ the sun and the moon ˹to travel˺ with precision. That is the design of the Almighty, All-Knowing. (6:96)

سورج اور چاند کا کیلنڈر

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ اور اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع و غروب کا حساب (کیلنڈر) مقرر کیا ہے۔

ستاروں کا جہان تمہارے لئے

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ (انعام۔97)

اور وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہنمائی حاصل کرو۔

And He is the One Who has made the stars as your guide through the darkness of land and sea. We have already made the signs clear for people who know. (6:97)

By ‘signs’ are meant all that support the proposition that there is only one God, that is, no one has either the attributes of God or any share in His authority or can rightfully claim any of the rights which belong exclusively to Him. But the ignorant cannot benefit from these signs, which are scattered all around, in order to arrive at an understanding of the Truth. Only those who observe the universe with reflection and with correct perspective, can truly benefit from these signs.

ستاروں کا یہاں ایک فائدہ اور مقصد بیان کیا گیا ہے۔ ان کے دو مقصد اور ہیں جو دوسرے مقام پر بیان کئے گئے ہیں۔ آسمانوں کی زینت اور شیطانوں کی دخل اندازی میں رکاوٹ، جس کی تفصیل اور توجیح شہاب ثاقب کے موضوع کے تحت تذکیر بالقرآن میں دوسری جگہ ہو چکی ہے۔ مفسّرین کا قول ہے کہ: من اعتقد فی هٰذه النجوم غیر ثلاث فقد اخطاء وکذب علی اللہ۔ ان تینوں باتوں کے علاوہ ان ستاروں کے بارے میں اگر کوئی شخص کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم نجوم کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، جس میں ستاروں کے ذریعے سے مستقبل کے حالات اور انسانی زندگی یا کائنات میں ان کے اثرات بتانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ بے بنیاد ہے اور اسلام کی تعلیمات اور عقائد کے خلاف ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اسے جادو ہی کی ایک قسم یا شعبہ بتلایا گیا ہے۔ من اقتبس علماء من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد۔ (ابوداؤد)

دنیا اور آخرت کا ٹھکانہ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ۔(انعام۔98)

اور اللہ وہی ہے جس نے ایک جان سے تم سب کو پیدا کیا پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا (دنیاوی گھر) ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ (قبر، آخری ٹھکانہ) بے شک ہم نے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں ان کے لیے جو سوچتے ہیں۔

And it is He who produced you from one soul (Adam) and then gave you a place to stay [in life] and a resting place [after death]. We have made Our revelations clear to those who understand. (6:98)

This means that God caused the human race to originate from one human being. If one were to observe carefully the creation of the human species, its division into male and female, the proliferation of the human race by procreation, the passing of life through its several stages in the womb of the mother from conception to birth, one would perceive innumerable signs to help one grasp the truth mentioned above. But only those who make proper use of their intellect can be led by means of these signs to an understanding of Reality. Those who are concerned merely with the satisfaction of their lusts and desires, can perceive nothing significant with these vital signs.

حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو مر گیا اس کے عمل رک گئے، مستقر سے یہی مراد ہے (ابن کثیرؒ)۔ بعض مفسرین کے نزدیک مُسْتَقَر سے رحم مادر اور مُسْتَوْدَع سے صلب پدر مراد ہے۔(فتح القدیر)

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

پانی کی نعمت

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰ لِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔(انعام۔99)

اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کیے، پھر ان سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں، اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر اُن کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو، اِن چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

Allah's signs in the Nature

And He is the One Who sends down rain from the sky—causing all kinds of plants to grow—producing green stalks from which We bring forth clustered grain. And from palm trees come clusters of dates hanging within reach. ˹There are˺ also gardens of grapevines, olives, and pomegranates, similar ˹in shape˺ but dissimilar ˹in taste˺. Look at their fruit as it yields and ripens! Indeed, in these are signs for people who believe. (6:99)

سب عیوب سے پاک، بالاتر ہستی

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (انعام۔100)

اور لوگوں نے جنّوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ وہ ان کا خالق ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بلاسند تراش رکھی ہیں اور وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔

Yet they associate the *Jinn* with Allah ˹in worship˺, even though He created them, and they falsely attribute to Him

sons and daughters out of ignorance. Glorified and Exalted is He above what they claim! (6:100)

Jinn are another creation of Allah, made of “smokeless fire,” and inhabit a realm parallel to our own. Like us, they have free will and can choose guidance or disobedience.

ساتویں پارے کاآخری رکوع: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔(انعام۔101)

رکوع کے تفسیری موضوعات

موجد کائنات ہستی: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ عالم کائنات ہستی: وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ خالق کل: خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ۔ ہماری ہر ضرورت کا کفیل: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ۔ دنیا کی کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ البتہ آخرت میں اللہ کا دیدار ممکن ہوگا، آخرت میں دیدار الٰہی سے متعلق آیات و احادیث، بصیرت کی روشنیاں: قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ دل کا نور اور روشنی، حق بینی کے ذرائع، آیات کی بار بار تذکیر، وحی الٰہی کی پیروی کرتے ہوئے مشرکین و منکرین سے صرف نظر کرو: وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ مذہبی رواداری کا حکم: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ دوسرے مذاہب کی توہین کی ممانعت، کسی توہین یا گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے۔ اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ معجزے دکھا کر لوگوں کو ایمان پر مجبور کرے۔

موجد کائنات ہستی

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ (انعام۔101)

وہ تو کائنات کا موجد ہے۔ اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے اور اس نے ہر چیز کو بنایا ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

The Originator of The Universe: Allah

He is˺ the Originator of the heavens and earth. How could He have children when He has no mate? He created all things and has ˹perfect˺ knowledge of everything. (6:101)

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو پیدا کرنے میں واحد ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اس طرح وہ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ بنایا جائے۔ اللہ بے مثال ہے وحدہ لاشریک ہے، وہ خالق کل ہے اور عالم کل ہے۔ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں وہ اولاد سے اور بیوی سے پاک ہے۔

ہماری ہر ضرورت کا کفیل۔اللہ تعالیٰ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ (انعام۔102)

یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔

That is Allah—your Lord! There is no god ˹worthy of worship˺ except Him. ˹He is˺ the Creator of all things, so worship Him ˹alone˺. And He is the Maintainer of everything.

جس کے یہ اوصاف ہیں یہی تمہارا رب ہے، یہی تمہارا پالنہار ہے، یہی سب کا خالق ہے تم اسی ایک کی عبادت کرو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھو۔ اس کا ہمسر کوئی نہیں، وہ ہر چیز کا حافظ، نگہبان اور وکیل ہے ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے سب کا رازق وہی ہے۔ سب کا محافظ بھی وہی ہے۔ وہی سب کی حفاظت کرتا ہے۔ (فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الرّاحمین)

دنیا کی آنکھ سے کوئی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا

البتہ آخرت کی زندگی میں دیدار الٰہی ممکن ہو گا

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ (انعام۔102)

کسی کی نظر اس کا احاطہ نہیں کر سکتی لیکن وہ سب نگاہوں کو محیط ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔

No vision can encompass Him, but He encompasses all vision. For He is the Most Subtle, All-Aware. (6:102)

No one can see Allah in this world, but there is evidence in the Quran and the teachings of the Prophet that people of paradise will be able to see their Lord in Jannah (Paradise). It will be a unique blessing for them.

ابصار بصر نگاہ کی جمع ہے۔ یعنی انسان کی آنکھیں اللہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اور اگر اس سے مراد رویئت بصری ہو تو اس کا تعلق دنیا سے ہوگا۔ یعنی دنیا کی آنکھ سے کوئی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا البتہ آخرت کی زندگی میں دیدار الٰہی ممکن ہوگا۔ صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت والے دن اہل ایمان اللہ تعالٰی کو دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیدار سے مشرف ہونگے۔ اس کی تائید قرآن وحدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کا دیدار ہوگا اور دنیا میں کوئی بھی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیرؒ)

آخرت میں دیدار الٰہی سے متعلق قرآنی آیات

قرآن مجید میں ارشاد ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (القیامہ:22۔23) یعنی اس دن بہت سے چہرے تر وتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے: كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ (المطففین:15) یعنی قیامت والے دن منکرین اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل ایمان کے لیے اللہ تعالٰی کا حجاب نہیں ہوگا۔ متواتر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ (ابن کثیرؒ)

دیدار الٰہی سے متعلق حدیث

حدیث: جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، فَقَالَ : أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا ، لَا تُضَامُّونَ أَوْ لَا تُضَاهُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ، ثُمَّ قَالَ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا۔ (سورۃ طٰہٰ:130)

ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپؐ نے چاند کی طرف نظر اٹھائی جو چودھویں رات کا تھا۔ پھر آپؐ فرمایا کہ تم لوگ بے شک اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو (اسے دیکھنے میں تم کو کسی قسم کی بھی دقت نہ ہو گی) یا یہ فرمایا کہ تمہیں اس کے دیدار میں مطلق شبہ نہ ہو گا اس لیے اگر تم سے سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے (فجر اور عصر) کی نمازوں کے پڑھنے میں کوتاہی نہ ہو سکے تو ایسا ضرور کرو۔ (کیونکہ ان ہی کے طفیل دیدار الٰہی نصیب ہو گا یا ان ہی وقتوں میں یہ رویت ملے گی) پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔ پس اپنے رب کی حمد کی تسبیح کر و سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات غیر محدود ہیں، اور انسانی حواس اور عقل وخیال سب محدود چیزیں ہیں، ظاہر ہے کہ ایک غیر محدود کسی محدود چیز میں نہیں سما سکتی، اسی لئے دنیا کے عقلاء وفلاسفر جنہوں نے عقلی دلائل سے خالق کائنات کا پتہ لگانے اور اس کی ذات وصفات کے ادراک کے لئے اپنی عمریں بحث وتحقیق میں صرف کیں، اور صوفیائے کرام جنہوں نے کشف وشہود کے راستہ سے اس میدان کی سیاحت کی، سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ اس کی ذات وصفات کی حقیقت کو نہ کسی نے پایا نہ پا سکتا ہے۔

بقول شاعر:

؎ تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا ہوں، تری پہچان یہی ہے

بصیرت کی روشنیاں

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (انعام-104)

دیکھو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا، میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں۔

Insights from your Lord

Indeed, there have come to you enlightenment from your Lord. So, whoever chooses to see, it is for their own good.

But whoever chooses to be blind, it is to their own loss. And I am not here to observe your actions. (6:104)

The statement 'I am not here to observe your actions' signifies that the task of the Prophet is confined to carrying the light of true guidance to others, it is then up to them either to use it to perceive reality for themselves or to keep their eyes closed. The Prophet (peace he on him) is not asked to compel those who deliberately kept their eyes shut to open them, forcing them to see what they did not wish to see.

بصائر بصیرۃ کی جمع ہے جو اصل میں دل کی روشنی کا نام ہے یہاں مراد وہ دلائل اور نشانیاں ہیں، جو قرآن نے جگہ جگہ اور بار بار بیان کئے ہیں اور جنہیں نبی اکرم ﷺ نے بھی احادیث میں بیان فرمایا ہے جو ان دلائل کو دیکھ کر ہدایت کا راستہ اپنا لے گا اس میں اسی کا فائدہ ہے، نہیں اپنائے گا تو اسی کا نقصان ہے۔ جیسے فرمایا: من اهتدى فانما يهتدى لنفسه ومن ضل فانما يضل عليها۔ جو ہدایت حاصل کرلے گا تو اس ہدایت کا فائدہ بھی اسے ہی ہوگا اور جو گمراہی اختیار کرے تو اس کا نقصان اور وبال بھی اسی پر ہوگا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں بصائر سے مراد وہ دلائل اور ذرائع ہیں جن سے انسان حق اور حقیقت کو معلوم کرسکے، معنی آیت کے یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپؐ کے معجزات آئے، آپؐ کے اخلاق و تعلیمات مشاہدہ میں آئیں یہ سب حق بینی کے ذرائع ہیں۔ تو جو شخص ان ذرائع سے کام لے کر صاحب بصیرت بن گیا، اس نے اپنا نفع حاصل کرلیا اور جو ان ذرائع کو چھوڑ کر حق سے لاتعلق رہا تو اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔

وَمَآ اَنَاۡ عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ: میں تم پر کوئی محافظ یا نگران نہیں ہوں۔ یعنی میں صرف مبلغ داعی اور بشیر و نذیر ہوں راہ دکھلانا میرا کام ہے راہ پر چلا دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر تم ہدایت کے راستے پر نہیں آنا چاہتے تو میں تمہیں زبردستی تمہیں سیدھے راستے پر نہیں چلا سکتا۔ یعنی نبی کریم ﷺ اس کے ذمہ دار نہیں کہ لوگوں کو زبردستی کر کے ناشائستہ کاموں سے روکیں جیسے نگران اور محافظ کا کام ہوتا ہے، بلکہ رسول کا منصبی فریضہ صرف احکام کا پہنچا دینا اور سمجھا دینا ہے، پھر کوئی اپنے اختیار سے ان کا اتباع کرے یا نہ کرے یہ اس کی اپنی چوائس ہے جس کی ذمہ داری رسول یا مبلغ پر نہیں۔

یہ آیت اگرچہ اللہ ہی کا کلام ہے مگر نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ادا ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں جس طرح مخاطب بار بار بدلتے ہیں کہ کبھی نبی اکرمؐ سے خطاب ہوتا ہے، کبھی اہل ایمان سے، کبھی اہل کتاب سے، کبھی منکرین و مشرکین سے، کبھی قریش کے لوگوں سے، کبھی اہل عرب سے اور کبھی عام انسانوں سے، حالانکہ اصل غرض پوری نوع انسانی کی ہدایت ہے، اسی طرح متکلم بھی بار بار بدلتے ہیں کہ کہیں متکلم خدا ہوتا ہے، کہیں وحی لانے والا فرشتہ، کہیں فرشتوں کا گروہ، کہیں نبی کریم ﷺ، اور کہیں اہل ایمان، حالانکہ ان سب صورتوں میں کلام وہی ایک خدا کا کلام ہوتا ہے۔

آیات کی بار بار تذکیر

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ (انعام۔105)

اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو بار بار مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ یہ کہیں کہ آپ نے قرآن پڑھ لیا ہے اور ہم سمجھنے والوں کے لئے قرآن کو واضح کر دیں۔

And so, We vary our signs to the extent that they will say, “You have studied ˹previous scriptures˺,” and We make this ˹Quran˺ clear for people who know. (6:105)

Allegations have always been made that the Prophet (Peace be upon him) copied the Quran from the Bible, mostly because of similar narratives in both Scriptures (such as the stories of Adam, Joseph, Moses, and others). Historically, the Bible was not translated into Arabic until centuries after the Prophet (PBUH). From an Islamic point of view, similarities stem from the fact that both scriptures came originally from the same source—divine revelation.

وحی الٰہی کی پیروی کرتے رہو اور مشرکین و منکرین سے صرف نظر کرو

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔ (انعام:107۔106)

اُس وحی کی پیروی کیے جاؤ جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین سے اعراض کیجیے۔اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو(وہ خود ایسا بندوبست کر سکتا تھا کہ) یہ لوگ شرک نہ کرتے۔اور تو ان پر نگہبان نہیں اور نہ ہی تو ان کی ہدایت کا ذمہ دار ہے۔

˹O Prophet˺ Follow what is revealed to you from your Lord—there is no god ˹worthy of worship˺ except Him—and turn away from the polytheists. Had Allah willed, they would not have been polytheists. We have not appointed you as their keeper, nor are you, their maintainer. (6:106-107)

It is emphasized that the Prophet (peace be on him) is only required to preach the Truth and try to call people to embrace it. His responsibility ends at that for he is, after all, not their Guardian. His task is to present this guidance and spare no effort in elucidating the Truth. Anyone who still rejects it does so on his own responsibility. It is not part of the Prophet's task to compel anybody to follow the Truth, and he will not be held accountable for not having been able to bring an individual out of the fold of falsehood. Hence, he should not overstrain his mind by his desire to make the blind see, or compel those bent on keeping their eyes shut, to observe. For, had it been an objective of God's universal plan not to allow anyone to remain devoted to falsehood, He need not have sent Prophets for that purpose. Could He not have turned all human beings, instantly, into devotees of the Truth by His mere will? Quite obviously God did not intend to do so. The entire basis of the Divine plan is that humans should have free-will and be allowed to choose between the Truth and falsehood; that the Truth should be explained to them in order that they be tested with regard to their choice between truth and falsehood. The right attitude, therefore, is for them to follow the Straight Way which has been illuminated by the light bequeathed to them and to keep on calling others

towards it. They should naturally value all those who respond to the message of the Truth. As for those who wilfully reject the message of God, one need not pursue them too far. They should rather be left alone to proceed towards their doom since they themselves wish so and are insistent on doing so.

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی جارہی ہے کہ آپ یہ نہ دیکھیے کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا، آپ خود اس طریق پر چلتے رہئے جس طریق پر چلنے کے لئے آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے۔ اس دین پر خود قائم رہ کر منکرین کی طرف خیال نہ کیجئے کہ افسوس! انہوں نے کیوں قبول نہ کیا۔ دوسرے الفاظ میں حضور ﷺ کو اور آپ کی امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وحی الٰہی کی اتباع اور اسی کے مطابق عمل کرو جو وحی اللہ کی جانب سے اترتی ہے وہ سراسر حق ہے اس کے حق ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ معبود برحق صرف وہی ہے، مشرکین و منکرین سے درگزر کرو، ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرو، ان کی بدزبانی کو نظر انداز کرو۔

دوسری بات اس آیت میں یہ بیان کی گئی کہ تمہیں داعی اور مبلغ بنایا گیا ہے، کوتوال نہیں بنایا گیا۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اس روشنی کو پیش کردو اور اظہار حق کا حق ادا کرنے میں اپنی حد تک کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ اب اگر کوئی اس حق کو قبول نہیں کرتا تو نہ کرے۔ تم کو نہ اس کام پر مامور کیا گیا ہے کہ لوگوں کو حق پرست بنا کر ہی رہو، اور نہ تمہاری ذمہ داری و جواب دہی میں یہ بات شامل ہے کہ تمہارے حلقہ نبوت میں کوئی شخص باطل پرست نہ رہ جائے۔ لہٰذا اس فکر میں خواہ مخواہ اپنے ذہن کو پریشان نہ کرو کہ اندھوں کو کس طرح بینا بنایا جائے اور جو آنکھیں کھول کر نہیں دیکھنا چاہتے انہیں کیسے دکھایا جائے۔ اگر فی الواقع حکمت الٰہی کا تقاضا یہی ہوتا کہ دنیا میں کوئی شخص باطل پرست نہ رہنے دیا جائے تو اللہ کو یہ کام انبیاء سے لینے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیا اس کا ایک ہی تکوینی اشارہ تمام انسانوں کو حق پرست نہ بنا سکتا تھا۔ دعوت دین کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کے لیے حق اور باطل کے انتخاب کی آزادی باقی رہے اور پھر حق کی روشنی اس کے سامنے پیش کر کے اس کی آزمائش کی جائے کہ وہ دونوں چیزوں میں سے کس کا انتخاب کرتا ہے۔ پس تمہارے لیے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ جو روشنی تمہیں دکھادی گئی ہے اس کے اجالے میں سیدھی راہ پر خود چلتے رہو اور دوسروں کو اس کی دعوت دیتے رہو۔ جو لوگ اس دعوت کو قبول کرلیں انہیں سینے سے لگاؤ اور ان کا ساتھ نہ چھوڑو خواہ وہ دنیا کی نگاہ میں کیسے ہی حقیر ہوں۔ اور جو اسے قبول نہ کریں ان کے پیچھے نہ پڑو۔ جس انجام بد کی طرف وہ خود جانا چاہتے ہیں اور جانے پر مصر ہیں اس کی طرف جانے کے لیے انہیں چھوڑ دو۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا: اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو(وہ خود ایسا بندوبست کر سکتا تھا کہ) یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ اس نکتے کی وضاحت پہلے کی جاچکی ہے کہ اللہ کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا تو اسی میں ہے کہ اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے۔ تاہم اس نے اس پر انسانوں کو مجبور نہیں کیا کیونکہ جبر کی صورت میں انسان کی آزمائش نہ ہوتی، ورنہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو ایسے اختیارات ہیں کہ وہ چاہے تو کوئی انسان شرک کرنے پر قادر ہی نہ ہوسکے (مزید دیکھئے سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳ اور سورہ الانعام آیت ۳۵ کا حاشیہ)۔

وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ: اور تو ان پر نگہبان اور محافظ نہیں اور نہ ہی تو ان کی ہدایت کا ذمہ دار ہے۔ یہ مضمون بھی قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے مقصد نبی اکرم ﷺ کی داعیانہ اور مبلغانہ حیثیت کی وضاحت ہے جو منصب رسالت کا تقاضا ہے اور آپ صرف اسی حد تک مکلف تھے اس سے زیادہ آپ کے پاس اگر اختیارات ہوتے تو آپ اپنے محسن چچا ابو طالب کو ضرور مسلمان کر لیتے جن کے قبول اسلام کی آپ شدید خواہش رکھتے تھے۔

وحی متلو (قرآن)، وحی غیر متلو (سنّت، حدیث)

مذہبی رواداری کا حکم

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔108)

اور (اے ایمان لانے والو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو کیونکہ پھر وہ جاہلانہ ضد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت وہ اُنہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔

Don’t Insult other faiths or their gods!

⌜! O You who have believed! ⌝ Do not insult what they invoke besides Allah, or they will insult Allah spitefully out of ignorance. This is how We have made each people’s deeds appealing to them. Then to their Lord is their return, and He will inform them of what they used to do.

The Prophet (peace be on him) and his followers are admonished not to allow their proselytizing zeal to dominate them so that their polemics and controversial religious discussions either lead them to be offensive to the beliefs of non-Muslims or to abuse their religious leaders and deities. Far from bringing people closer to the Truth, such an attitude is likely to alienate them from it further.

اس آیت میں مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کی توہین اور ان کے خداؤں کو گالی دینے سے منع کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک اور قرآن کریم میں تو نہ پہلے کبھی ایسا کلام آیا تھا جس کو لوگ گالی سمجھیں، اور نہ آئندہ آنے کا کوئی خطرہ تھا، ہاں مسلمانوں سے اس کا امکان تھا ان کو اس آیت میں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ یہ نصیحت حضور اکرم ﷺ کے امتیوں اور پیروکاروں کو کی گئی ہے کہ اپنی تبلیغ کے جوش میں وہ اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ مناظرے اور بحث و تکرار سے معاملہ بڑھتے بڑھتے غیر مسلموں کے عقائد پر سخت حملے کرنے اور ان کے پیشواؤں اور معبودوں کو گالیاں دینے تک نوبت پہنچ جائے، کیونکہ یہ چیز لوگوں کو حق کے قریب لانے کے بجائے اور زیادہ دور لے جاسکتی ہے۔ اور ویسے بھی دوسرے مذاہب کی توہین جائز نہیں۔ اسی طرح کسی کو بھی گالی دینا ہمارے دین میں جائز نہیں چاہے اپنا ہو پرایا ہو، مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کی کسی آیت کو مشرکین یا منکرین کو چڑانے کی نیت سے پڑھے تو اس کے لئے اس وقت یہ تلاوت کرنا بھی جائز نہیں جیسے مواضع مکروہہ میں تلاوتِ قرآن کا ناجائز ہونا سب کو معلوم ہے۔ (روح المعانی)

حدیث: اس آیت میں بیان کی گئی اسی مصلحت کو مد نظر رکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں کہ کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کوئی آدمی جب کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ (دراصل) اپنے ہی باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو (دراصل) وہ اپنی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (مسلم)

اس قرآنی ہدایت نے علم کا دروازہ کھول دیا، اور چند اصولی مسائل اس سے معلوم ہوئے مثلاً:

کسی گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے

مثلاً ایک اصول یہ نکل آیا کہ جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہو مگر اس کے کرنے سے کوئی فتنہ و فساد لازم آتا ہو، یا اس کے نتیجہ میں لوگ مبتلائے معصیت ہوتے ہوں وہ کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال عہد

رسالت میں یہ پیش آئی کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ بیت اللہ شریف زمانہ جاہلیت کے کسی حادثہ میں منہدم ہو گیا تھا تو قریش مکہ نے بعثت و نبوّت سے پہلے اس کی تعمیر کرائی، اس تعمیر میں چند چیزیں بناء ابراہیمی کے خلاف ہو گئیں، ایک تو یہ کہ جس حصہ کو حطیم کہا جاتا ہے یہ بھی بیت اللہ کا جز ہے، تعمیر میں اس کو سرمایہ کم ہونے کی بناء پر چھوڑ دیا، دوسرے بیت اللہ شریف کے دو دروازے شرقی اور غربی تھے، ایک داخل ہونے کے لئے دوسرا باہر نکلنے کے لئے، اہل جاہلیت نے غربی دروازہ بند کر کے صرف ایک کر دیا، اور وہ بھی سطح زمین سے بلند کر دیا، تاکہ بیت اللہ شریف میں داخلہ صرف ان کی مرضی و اجازت سے ہو سکے، ہر شخص بے محابانہ جا سکے، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ بیت اللہ کی موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر کے بالکل مطابق بنا دوں، مگر خطـــرہ یہ ہے کہ تمہاری قوم یعنی عام عرب ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں، بیت اللہ کو منہدم کرنے سے کہیں ان کے دلوں میں کچھ شبہات یا فتنہ و فساد میں مبتلا نہ ہو جائے، اس لئے میں نے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا۔ ظاہر ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانا ایک اطاعت اور کار ثواب تھا، مگر اس پر لوگوں کی ناواقفیت کے سبب غلط فہمی یا فتنہ کا ڈر تھا تو آپؐ نے اس ارادہ کو ترک فرما دیا۔

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں حضرات ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے چلے، وہاں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اجتماع ہے، اس کو دیکھ کر ابن سیرین واپس ہو گئے، مگر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے ہم اپنے ضروری کام کیسے چھوڑ دیں، نماز جنازہ ایک کار ثواب ہے اس کو اس مفسدہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا جا سکا، ہاں اس کی کوشش تا بمقدور کی جائے گی کہ یہ مفسدہ مٹ جائے۔ (روح المعانی)

اسی طرح کسی کو وعظ و نصیحـــت کرنے میں بھی اگر قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ نصیحت قبول کرنے کے بجائے کوئی ایسا غلط انداز اختیار کرے گا، جس کے نتیجہ میں وہ اور زیادہ ضـــد و عـــنـــاد میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں نصیحت ترک کر دینا بہتر ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس موضوع پر ایک مستقل باب رکھا ہے: باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فهم بعض الناس فقعوا فی اشد منه۔ یعنی بعض اوقات جائز بلکہ مستحسن چیزوں کو اس لئے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس سے کم فہم عوام کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے، بشرطیکہ یہ کام مقاصد اسلامیہ میں داخل نہ ہو۔ مگر جو کام مقاصد اسلامیہ میں داخل ہیں مثلاً فرائض و واجبات وغیرہ ان کا ترک جائز نہیں۔

ابتداء اسلام کے واقعات شاہد ہیں کہ نـمـاز و تلاوت اور دعوت دین کی وجہ سے منکرین مکہ کو اشتعال ہوتا تھا، مگر اس کی وجہ سے ان شعائر اسلام کو کبھی ترک نہیں کیا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو کام اپنی ذات میں جائز بلکہ باعث اجر و ثواب بھی ہو مگر اصول دین یا مقاصد اسلامیہ میں سے نہ ہو، اگر اس کے کرنے پر فتنہ وفساد پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو حکمت کی خاطر اس کام کو نہ کیا جائے۔

معجزے کا انتظار

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (انعام-109)

وہ بڑے تاکیدی حلف کے ساتھ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی معجزہ آجائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کہ معجزے دکھانا تو اللہ کا کام ہے۔ اور (اے اہل اسلام) تمہیں کیا معلوم کہ اگر نشانیاں یا معجزے آ بھی جائیں تو یہ پھر بھی ایمان لانے والے نہیں۔

Waiting for miracles to happen

They swear by Allah their most solemn oaths that if a sign were to come to them, they would certainly believe in it. Say, ⌜O Prophet⌝ "Signs are only with Allah." What will make you ⌜believers⌝ realize that even if a sign were to come to them, they still would not believe? (6:109)

Sign in this context signifies a special miracle which is so impressive that it leaves people with no alternative but to believe in the veracity of the Prophet (peace be on him) and the truth of his claim to have been appointed by God.

The second point mentioned in this verse is that the Prophet (peace be on him) himself has no ability to perform miracles. That power lies with God alone. If God wants a miracle to take place, He has the power; if He does not want miracles to take place, none will.

The last words of verse are addressed to the Muslims. Driven by the restless yearning to see people embrace Islam. They wished some miracle to happen which might lead people to the true faith. In response to this wish they

are told that their embracing the true faith does not depend upon their observing any miraculous sign.

اگلی آیت کے اندر فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ لوگوں کو معجزے دکھا کر ایمان لانے پر مجبور کرے:

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔(انعام۔110)

ہم اُسی طرح ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ پہلی مرتبہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔اور ہم انہیں اسی طرح چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

We turn their hearts and eyes away ˹from the truth˺ as they refused to believe at first, leaving them to wander blindly in their defiance. (6:110)

تذکیر بالقرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For Feedback, ccomments and suggestions please contact:

Mobile: +44 785 3099 327
Email: hafiz.sajjad@ukim.org